خطبہ نمبر

قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (ال عمران: 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

سوموار 22/ اگست 2022ء | 24/ محرم 1444 ہجری قمری | 22/ظہور 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:211

فرمانِ رسولؐ

اپنے گھروں میں کثرت سے تلاوت قرآن کریم کیا کرو۔ یقیناً وہ گھر جس میں قرآن نہ پڑھا جاتا ہو اس میں خیر کم اور شر زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ گھر اپنے رہنے والوں کے لئے تنگ پڑ جاتا ہے۔

(کنزالعمال حدیث نمبر:41496)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

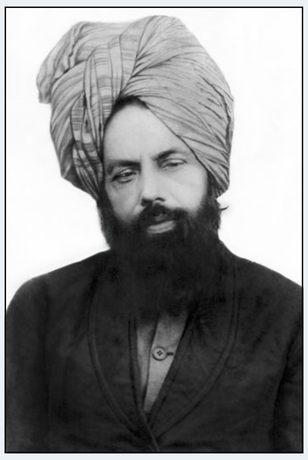

وہ اس کے اور وہ ان کا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

لاکھوں مقدسوں کا یہ تجربہ ہے کہ قرآن شریف کے اتباع سے برکات الٰہی دل پر نازل ہوتی ہیں اور ایک عجیب پیوند مولیٰ کریم سے ہو جاتا ہے خدائے تعالیٰ کے انوار اور الہام ان کے دلوں پر اترتے ہیں اور معارف اور نکات ان کے مونہہ سے نکلتے ہیں ایک قوی توکل ان کو عطا ہوتی ہے اور ایک محکم یقین ان کو دیا جاتا ہے اور ایک لذیذ محبت الٰہی جو لذت وصال سے پرورش یاب ہے ان کے دلوں میں رکھی جاتی ہے اگر ان کے وجودوں کو ہاون مصائب میں پیسا جائے اور سخت شکنجوں میں دے کر نچوڑا جائے تو ان کا عرق بجز حبّ الٰہی کے اور کچھ نہیں۔ دنیا ان سے ناواقف اور وہ دنیا سے دور تر و بلند تر ہیں۔ خدا کے معاملات ان سے خارق عادت ہیں انہیں پر ثابت ہوا ہے کہ خدا ہے۔ انہیں پر کھلا ہے کہ ایک ہے جب وہ دعا کرتے ہیں تو وہ ان کی سنتا ہے۔ جب وہ پکارتے ہیں تو وہ انہیں جواب دیتا ہے جب وہ پناہ چاہتے ہیں تو وہ ان کی طرف دوڑتا ہے وہ باپوں سے زیادہ ان سے پیار کرتا ہے اور ان کی درودیوار پر برکتوں کی بارش برساتا ہے پس وہ اس کی ظاہری و باطنی و روحانی و جسمانی تائیدوں سے شناخت کئے جاتے ہیں اور وہ ہر یک میدان میں ان کی مدد کرتا ہے کیونکہ وہ اس کے اور وہ ان کا ہے۔

(سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 79)

لوگ قرآن شریف پڑھتے ہیں مگر طوطے کی طرح یونہی بغیر سوچے سمجھے چلے جاتے ہیں۔ جیسے ایک پنڈت اپنی پوتھی کو اندھا دھند پڑھتا جاتا ہے۔ نہ خود سمجھتا ہے اور نہ سننے والوں کو پتہ لگتا ہے۔ اسی طرح پر قرآن شریف کی تلاوت کا طریق صرف یہ رہ گیا ہے کہ دو چار سپارے پڑھ لئے اور کچھ معلوم نہیں کہ کیا پڑھا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ سُر لگا کر پڑھ لیا اور ''ق'' اور ''ع'' کو پورے طور پر ادا کر دیا۔ قرآن شریف کو عمدہ طور پر اور خوش الحانی سے پڑھنا بھی ایک اچھی بات ہے۔ مگر قرآن شریف کی تلاوت کی اصل غرض تو یہ ہے کہ اس کے حقائق اور معارف پر اطلاع ملے اور انسان ایک تبدیلی اپنے اندر پیدا کرے۔ یہ یاد رکھو کہ قرآن شریف میں ایک عجیب وغریب اور سچا فلسفہ ہے۔ اس میں ایک نظام ہے جس کی قدر نہیں کی جاتی۔ جب تک نظام اور ترتیب قرآنی کو مدنظر نہ رکھا جاوے، اس پر پورا غور نہ کیا جاوے، قرآن شریف کی تلاوت کے اغراض پورے نہ ہوں گے۔

(الحکم جلد 5 نمبر 12 مؤرخہ 31 مارچ 1901ء صفحہ 3 بحوالہ خطبہ جمعہ 7/ مارچ 2008ء)

ارشادِ باری تعالیٰ

الٓـمّٓ ۚ﴿۲﴾ ذٰلِکَ الۡکِتٰبُ لَا رَیۡبَ ۚۖۛ فِیۡہِ ۚۛ ہُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۳﴾

(البقرہ: 2-3)

ترجمہ: أَنَااللّٰہُ أَعْلَمُ: میں اللہ سب سے زیادہ جاننے والا ہوں۔ یہ وہ کتاب ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ ہدایت دینے والی ہے متقیوں کو۔

فرمان خلیفہ وقت

آج بھی ترقی کا یہی گر ہے کہ قرآنی تعلیمات پر عمل کیا جائے۔ صرف مان لینا کافی نہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ: ''اصل یہی ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں سکھایا ہے جب تک مسلمان قرآن شریف کے پورے متبع اور پابند نہیں ہوتے وہ کسی قسم کی ترقی نہیں کر سکتے۔ جس قدر وہ قرآن شریف سے دور جا رہے ہیں اسی قدر وہ ترقی کے مدارج اور راہوں سے دور جا رہے ہیں۔ قرآن شریف پر عمل ہی ترقی اور ہدایت کا موجب ہے''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 379 ایڈیشن 2003ء)

پھر اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے دوبارہ آپ نے فرمایا۔ پہلے بھی مَیں نے یہ اقتباس پڑھا ہے کہ:

''سو تم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اٹھاؤ۔ مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ اور حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے۔ سو تم قرآن کو تدبّر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا اَلۡخَیۡرُ کُلُّہٗ فِی الۡقُرۡاٰنِ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس ان لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدّق یا مکذّب قیامت کے دن قرآن ہے۔'' یہی بتائے گا کہ تمہارے میں ایمان کیسا تھا؟ تصدیق کرے گا یا جھٹلائے گا۔

(خطبہ جمعہ 4 جولائی 2014ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- اِنذار (منظوم)
- خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- اے چھاؤں چھاؤں شخص تیری عمر ہو دراز
- میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا
- محترم صاحبزادہ مرزا انس احمد مرحوم

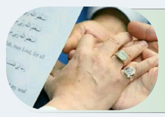

دربارِ خلافت

’’مجھے ایسے لوگوں سے کیا کام ہے جو سچے دل سے دینی احکام اپنے سر پر اُٹھا نہیں لیتے‘‘

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

پس اس زمانے میں جب غیر بھی جماعت احمدیہ کی طرف سے پیش کردہ اسلام کی خوبصورتی کا اقرار کرتے ہیں، جو حقیقی اسلام ہے جو قرآنِ کریم کی تعلیم کے مطابق ہے تو کیا ایک احمدی کو پہلے سے بڑھ کر اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہیں ہونا چاہئے۔ ایک احمدی کی ذمہ داری تو ان باتوں سے کئی گنا بڑھ جاتی ہے کہ اس جلسہ میں شامل ہو کر اپنی علمی، عملی، اعتقادی اور روحانی صلاحیتوں کو کئی گنا بڑھانے کا ذریعہ بنائیں۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلسہ کے مقاصد میں بتایا تھا کہ اس میں شامل ہو کر تقویٰ اور خدا ترسی میں نمونہ بنو۔ یہ جلسہ تمہارے اندر خدا تعالیٰ کا خوف پیدا کرنے والا بن جائے۔نرم دلی اور باہم محبت اور مؤاخات میں دوسروں کے لئے نمونہ بن جاؤ۔ بھائی چارے میں ایک مثال قائم کرو۔ انکسار اور عاجزی پیدا کرو۔ دین کی خدمت کے لئے اپنے اندر ایک جوش اور جذبہ پید کرو۔ اللہ تعالیٰ سے ایک زندہ تعلق پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ اس جلسہ کے دنوں میں اپنے عہدِ بیعت کے جائزے لو، جس میں حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ:

’’مجھے ایسے لوگوں سے کیا کام ہے جو سچے دل سے دینی احکام اپنے سر پر اُٹھا نہیں لیتے‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 363اشتہار نمبر 117التوائے جلسہ 17دسمبر 1893ء)

پس یہ ایک احمدی کے کرنے کے بہت بڑے کام ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک بہت بڑا مشن لے کر آئے تھے۔ اگر ہم نے آپ کی بیعت کا حق ادا کرنا ہے اور اس مشن کو پورا کرنا ہے جو آپ لے کر آئے تو پھر ہمیں اُن تعلیمات پر غور کرنا ہو گا جو آپ نے ہمیں دیں۔ہمیں اُن تمام توقعات پر پورا اترنے کی کوشش کرنی ہو گی جو آپ نے ہم سے رکھیں۔ پس ہمیں یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ہم احمدی ہو گئے ہیں اور مقصد پورا ہو گیا ہے۔ اب احمدی ہونے کے بعد ان باتوں اور ان چیزوں اور اُن توقعات کی تلاش کی ضرورت ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم سے کی ہیں۔ یہ جلسہ کے تین دن کیونکہ اجتماعی طور پر روحانی ماحول کے دن ہیں اس لئے ان دنوں میں خاص طور پر تلاش کر کے اور یہاں کے پروگراموں سے فائدہ اُٹھا کر ہمیں ایک حقیقی احمدی بننے کی کوشش کرنے کی ضرورت ہے، اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔

اِس وقت میں اُس فہرست میں سے چند باتوں کا ذکر کروں گا اور آپ کے سامنے پیش کروں گا جو اُن معیاروں کی طرف رہنمائی کرتے ہیں جس کی توقع حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم سے کی ہے۔

جلسہ کے مقاصد میں سے ایک مقصد آپ نے یہ بیان فرمایا تھا کہ تا آنے والوں کے دل میں تقویٰ پیدا ہو۔تقویٰ کیا ہے؟ اس بارے میں آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

’’تقویٰ کوئی چھوٹی چیز نہیں، اس کے ذریعہ سے اُن تمام شیطانوں کا مقابلہ کرنا ہوتا ہے جو انسان کی ہر ایک اندرونی قوّت و طاقت پر غلبہ پائے ہوئے ہیں۔ یہ تمام قوّتیں نفسِ امّارہ کی حالت میں انسان کے اندر شیطان ہیں‘‘۔نفسِ امّارہ نفس کی ایسی حالت کو کہتے ہیں جو بار بار بدی کی طرف لے جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی کرنے کی بجائے شیطان نے جو دنیا میں بے حیائی پھیلائی ہوئی ہے، اُس کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ برائیوں کو خوبصورت کر کے دکھاتا ہے۔فرمایا کہ یہی انسان کا شیطان ہے جو تمہیں ہر وقت بہکاتا رہتا ہے۔فرمایا کہ یہ انسانی قوتیں جو انسان کو ورغلاتی رہتی ہیں، ’’اگر اصلاح نہ پائیں گی تو انسان کو غلام کر لیں گی‘‘۔فرمایا کہ ’’علم وعقل ہی بُرے طور پر استعمال ہو کر شیطان ہو جاتے ہیں‘‘۔بعض انسانوں کو اپنے علم پر اور اپنی عقل پر بڑا ناز ہوتا ہے اور یہ ناز ہی اُن کو شیطان بنا دیتا ہے اور یہی علم اور عقل ہی شیطان بن جاتا ہے۔ ’’متقی کا کام کو اُن کی اور ایسا ہی اور دیگر کُل قُویٰ کی تعدیل کرنا ہے‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 21۔ ایڈیشن 2003ء)

یعنی اپنی ان طاقتوں کو جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملی ہیں ٹھیک کرنا ہو گا، صحیح موقعوں پر اور انصاف کے ساتھ استعمال کرنا ہو گا اور جب یہ ہو گا تو یہ تقویٰ ہے۔

پھر آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

’’ہماری جماعت کے لئے خاص کر تقویٰ کی ضرورت ہے۔خصوصاً اس خیال سے بھی کہ وہ ایک ایسے شخص سے تعلق رکھتے ہیں اور اُس کے سلسلۂ بیعت میں ہیں جس کا دعویٰ ماموریت کا ہے۔ تا وہ لوگ جو خواہ کسی قسم کے بغضوں، کینوں یا شرکوں میں مبتلا تھے یا کیسا ہی رُوبہ دنیا تھے، اُن تمام آفات سے نجات پاویں۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 7 ایڈیشن 2003ء)

(خطبہ جمعہ 4/ اکتوبر 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اِنذار

(کلام حضرت مسیح موعودؑ)

دوستو! جاگو کہ اب پھر زلزلہ آنے کو ہے
پھر خدا قدرت کو اپنی جلد دکھلانے کو ہے

وہ جو ماہِ فروری میں تُم نے دیکھا زلزلہ
تُم یقیں سمجھو کہ وہ اِک زَجر سمجھانے کو ہے

آنکھ کے پانی سے یارو! کچھ کرو اِس کا علاج
آسماں اَے غافلو! اب آگ برسانے کو ہے

کیوں نہ آویں زلزلے تقویٰ کی رہ گم ہو گئی
اِک مسلماں بھی مسلماں صرف کہلانے کو ہے

کِس نے مانا مجھ کو ڈر کر کِس نے چھوڑا بُغض و کیں
زندگی اپنی تو اُن سے گالیاں کھانے کو ہے

کافر و دجال اور فاسق ہمیں سب کہتے ہیں
کون ایماں صدق اور اِخلاص سے لانے کو ہے

جس کو دیکھو بد گمانی میں ہی حد سے بڑھ گیا
گر کوئی پوچھے تو سَو سَو عَیب بتلانے کو ہے

چھوڑتے ہیں دِیں کو اور دنیا سے کرتے ہیں پیار
سَو کریں وَعظ و نصیحت کون پچھتانے کو ہے

ہاتھ سے جاتا ہے دل دِیں کی مصیبت دیکھ کر
پر خدا کا ہاتھ اب اس دل کو ٹھہرانے کو ہے

اس لیے اب غیرت اُس کی کچھ تمہیں دکھلائے گی
ہر طرف یہ آفتِ جاں ہاتھ پھیلانے کو ہے

موت کی رہ سے ملے گی اب تو دِیں کو کچھ مدد
ورنہ دِیں اَے دوستو! اِک روز مر جانے کو ہے

یا تو اِک عالَم تھا قرباں اُس پہ یا آئے یہ دن
ایک عبدالعبد بھی اِس دِیں کے جھٹلانے کو ہے

(چشمۂ مسیحی ٹائیٹل پیج صفحہ 2 مطبوعہ 1906ء)

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 19/ اگست 2022ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہر صبح، شام نماز فجر اور عصر کے بعد یہ دعا کیا کرتے تھے۔۔۔اے اللہ! ہم تیرے اِس دشمن سے جہاد کے بدلہ تیری خوشنودی کے خواہاں ہیں جس نے تیرے ساتھ شریک ٹھہرایا اور تیرے سواء اور معبودوں کی عبادت کی۔۔۔اے اللہ! اپنے مشرک دشمنوں کے مقابلہ میں اپنے مسلمان بندوں کی مدد فرما، اے اللہ! اُنہیں آسان فتح نصیب فرما

حضور انور ایدہ اللہ نے تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد ارشاد فرمایا! بدری صحابہ کے ذکر میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دَور خلافت میں ہونے والے واقعات کے تذکرہ کے تسلسل میں آج شام کی جانب ہونے والی پیش قدمی کا ذکر ہو گا۔

جب آپؓ باغی مرتدین کی سرکوبی سے فارغ ہو گئے

عرب مستحکم ہو گیا تو آپؓ نے بیرونی جارحیت کے مرتکب مخالفین میں سے اہل روم سے جنگ کرنے کے متعلق سوچا مگر ابھی تک کسی کو اِس سے آگاہ نہ کیا تھا۔ ملک شام (موجودہ شام) کی حکومت کو سلطنت روم اور وہاں کے بادشاہ کو قیصر روم کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ اِسی غور و فکر کے دوران حضرت شُرَحْبِیْلؓ بن حَسَنَہ آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، اے خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپؓ لشکر کشی شام کے بارہ میں سوچ رہے ہیں؟ آپؓ نے فرمایا! ہاں، ارادہ تو ہے مگر ابھی کسی کو مطلع نہیں کیا۔ تم نے کس وجہ سے یہ سوال کیا ہے؟ آپؓ عرض کیا کہ مَیں نے ایک خواب دیکھی ہے نیز مندرجات پیش فرمائے۔

حضرت ابوبکرؓ نے لمبی خواب سن کر ارشاد فرمایا

تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں تم نے اچھا خواب دیکھا ہے اور اچھا ہی ہو گا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ! تم نے اِس خواب میں فتح کی خوشخبری اور میری موت کی اطلاع بھی دی ہے، یہ بات کہتے ہوئے آپؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ فرمایا! جہاں تک (خواب میں) میرا مسلمانوں کو دشمن پر حملہ کا حکم دینے کا تعلق ہے کہ مَیں فتح اور مال غنیمت کی ضمانت دیتا ہوں تو اِس سے مراد میرا مسلمانوں کو مشرکین کے ممالک کی طرف بھیجنا اور اُنہیں جہاد پر اُبھارنا ہے اور جہاں تک (خواب میں) اِس جھنڈا کا تعلق ہے جو تمہارے پاس تھا تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ تم اُس علاقہ کو فتح کرنے والے اُمراء میں سے ایک اور اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں فتح دے گا۔

اور رہا وہ قلعہ جسے اللہ تعالیٰ نے (خواب میں) ہمارے لئے فتح کروایا تھا

اِس سے مراد وہ علاقہ ہے جسے اللہ میرے لئے فتحیاب کرے گا اور جہاں تک اِس تخت کا تعلق ہے جس پر تم نے مجھے بیٹھا ہؤا دیکھا تو اِس کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے عزت و رفعت سے نوازے گا اور مشرکین کو ذلیل و رسواء کرے گا اور جہاں تک اُس آدمی کا تعلق ہے جس نے مجھے نیک اعمال اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم دیا اور میرے سامنے سورۃ النّصر کی تلاوت کی تو اِس طرح اُس نے مجھے میری موت کی خبر دی ہے، یہی سورت جب نبی کریمؐ پر نازل ہوئی تو آپؐ کو علم ہو گیا تھا کہ اِس سورت میں آپؐ کی وفات کی خبر دی جا رہی ہے۔

بہرحال جب آپؓ نے فتح شام کے لئے لشکر تیار کرنے کا ارادہ کیا

تو آپؓ نے مشورہ کے لئے حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت طلحہؓ، حضرت زُبیرؓ، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت ابو عُبیدہؓ بن الجراّح اور اہل بدر میں سے کبار مہاجرین و انصار نیز دیگر صحابہ کو بغرض مشورہ طلب کیا، جب یہ اصحاب آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؓ نے ارشاد فرمایا! اللہ کی نعمتیں بے شمار ہیں، اعمال اُن کا بدلہ نہیں ہو سکتے، اِس بات پر اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ حمد کرو کہ اُس نے تم پر احسان اور ایک کلمہ پر جمع کیا۔۔۔آج عرب ایک امت، ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں، میری رائے یہ ہے مَیں اُن کو رومیوں سے جنگ کے لئے شام بجھواؤں، جو اُن میں سے مارا گیا وہ شہید اور جو زندہ رہا وہ دین اسلام کا دفاع کرتے ہوئے زندہ رہے گا۔

حضرت عمرؓ بن خطاب نے عرض کیا

اللہ کی قسم! بھلائی کے جس معاملہ میں بھی ہم نے آپؓ سے آگے بڑھنا چاہا، آپؓ اِس میں ہمیشہ ہم پر سبقت لے گئے۔ اللہ کی قسم! مَیں اِسی مقصد کے لئے آپؓ سے ملاقات کرنا چاہتا تھا جو آپؓ نے ابھی بیان کیا ہے، یقیناً آپؓ کی رائے صحیح اور اللہ نے آپؓ کو صحیح راہ کا ادراک عطاء فرمایا ہے۔ مزید برآں تمام حاضرین مجلس نے آپؓ کی رائے کی تائید کرتے ہوئے عرض کیا! ہم آپؓ کی بات سنیں اور اطاعت کریں گے، حکم عدولی نہیں نیز آپؓ کی تحریک پر لبیک کہیں گے۔

بسلسلہ فتوحات ملک شام حضرت خالدؓ بن سعید کی روانگی

حضرت بلالؓ نے آپؓ کے حکم پر لوگوں میں اعلان کیا، اے لوگو! اپنے رومی دشمن سے جنگ کے لئے بطرف شام نکلو اور مسلمانوں کے امیر حضرت خالدؓ بن سعید ہوں گے۔ ملک شام کی فتوحات کے سلسلہ میں سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ نے 13 ہجری میں ایک لشکر کے ہمراہ حضرت خالدؓ بن سعید کو روانہ فرمایا، ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ نے برخلاف مرتدین گیارہ لشکر تیار کر کے روانہ فرمائے تو اُس وقت ہی حضرت خالدؓ بن سعید کو شامی سرحدوں کی حفاظت کے لئے تَیماء جانے کا حکم نیز اپنی جگہ سے نہ ہٹنے کی ہدایت فرمائی تھی۔

اہل مدینہ کے علاوہ دیگر کو بھی رومیوں کے خلاف ترغیب جہاد

حضرت ابوبکرؓ نے رومیوں کے خلاف جنگ کے لئے اہل مدینہ کے علاوہ دیگر علاقوں کے مسلمانوں کو بھی تیار کرنا شروع کیا اور جہاد میں شمولیت کی ترغیب دلائی چنانچہ اِسی غرض سے آپؓ نے اہل یمن کی طرف بھی ایک خط لکھا اور اِسے حضرت انسؓ بن مالک کے ہاتھ بھیجا، آپؓ نے اہل یمن کو مؤثر انداز میں پیغام پہنچانے کے بعد مدینہ واپس پہنچ کر اُن کی آمد کی خوشخبری حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سنائی۔

دوسری طرف حضرت خالدؓ بن سعید تَیماء پہنچ کر وہیں مقیم ہو گئے

اطراف کی بہت سی جماعتیں آپؓ سے آملیں، رومیوں کو جب مسلمانوں کے اِس عظیم لشکر کی خبر ہوئی تو اُنہوں نے اپنے زیر اثر عربوں سے جنگ شام کے لئے افواج طلب کیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تحریری مطلع کرنے پر آپؓ نے حضرت خالدؓ بن سعید کو لکھا! تم پیش قدمی کرو، ذرا مت گھبراؤ اور اللہ سے مدد طلب کرو۔ آپؓ رومیوں کی طرف بڑھے مگر اُن کے منتشر ہو جانے کے باعث آپؓ اُن کی جگہ پر قابض نیز اکثر لوگ جو آپؓ کے پاس جمع تھے وہ مسلمان ہو گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اِس کی اطلاع دینے پر ارشاد موصول ہؤا! تم آگے بڑھو مگر اتنا آگے نہ نکل جانا کہ پیچھے سے دشمن کو حملہ کرنے کا موقع مل جائے۔ آپؓ نے لوگوں کے ہمراہ پیش قدمی کرتے ہوئے باہان نامی پادری اور اُس کی فوج کو شکست دی، بہتوں کو قتل جبکہ باہان نے فرار ہو کر دمشق میں پناہ لی، اِس کی اطلاع دے کر آپؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے مزید کمک طلب کی جس پر جیش البدال نامی لشکر آپؓ کی مدد کے لئے پہنچا۔

خلیفۂ وقت کی تنبیہ سے غفلت برتنے کا نتیجہ

اِس کے بعد بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو جنگ شام کے لئے ترغیب دلاتے رہے نیز حضرت ولیدؓ بن عتبہ کو آپؓ کی مدد کے لئے شام پہنچنے کا ارشاد فرمایا، وہ جب آپؓ کے پاس پہنچے تو اُنہوں نے بتایا کہ اہل مدینہ اپنے بھائیوں کی مدد کے لئے بے تاب ہیں اور حضرت ابوبکرؓ فوجیں بھیجنے کا بندوبست کر رہے ہیں، یہ سن کر آپؓ کی خوشی کی انتہاء نہ رہی اور اِس خیال سے کہ رومیوں کی فتح یابی کا فخر اُنہی کے حصہ میں آئے، حضرت ولیدؓ بن عقبہ کو ساتھ لے کر رومیوں کی عظیم الشان فوج پر حملہ کرنا چاہا جس کی قیادت اُن کا سپہ سالار باہان کر رہا تھا۔ گویا آپؓ نے حملہ کرتے وقت کامیابی کے جذبہ کے تحت خلیفۂ وقت کی مؤخر الذکر ہدایت کو نظر انداز کر دیا، نتیجۃً اپنی پشت کے دفاع سے غافل ہو گئے اور دیگر اُمراء کے پہنچنے سے پہلے ہی رومیوں سے جنگ شروع کر دی۔ آپؓ دشمن کی فوج میں آگے ہی گھستے چلے گئے اِس وقت آپؓ کے ہمراہ حضرت ولیدؓ بن عقبہ کے علاوہ حضرت ذوالکلاعؓ اور حضرت عکرمہؓ بھی تھے۔ حضرت خالدؓ بن سعید اپنے بیٹے اور ساتھیوں کی باہان کے ہاتھوں شہادت کی خبر ملنے پر وہاں سے فرار ہو گئے، مزید کئی ساتھی بھی اِس کے بعد لشکر سے منقطع ہو گئے مگر حضرت عکرمہؓ اپنی جگہ سے نہ ہٹے بلکہ مسلمانوں کی مدد کرتے رہے اور باہان اور اُس کی فوجوں کو حضرت خالدؓ بن سعید کے تعاقب سے باز رکھا اور آپؓ شکست کھاتے ہوئے مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ذوالمروہ تک پہنچ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اِس کی اطلاع ہونے پر آپؓ پر ناراضگی کا اظہار فرمایا اور مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی لیکن بعد میں اِس کی اجازت ملنے پر مدینہ میں داخل ہو کر آپؓ سے اپنے اِس فعل کی معافی مانگی۔

بطور کمک شام بھیجے جانے والے چار بڑے لشکروں کی تفاصیل

حضرت خالدؓ بن سعید کی اِس ناکامی کے باوجود حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عظم و حوصلہ میں ہرگز فرق نہ آیا، جب آپؓ کو یہ اطلاع پہنچی کہ حضرت عکرمہؓ اور حضرت ذوالکلاعؓ اسلامی افواج کو دشمن کے چنگل سے بچا کر شامی سرحدوں پر واپس لے آئے اور وہاں مدد کے منتظر ہیں تو آپؓ نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر کمک بھیجنے کا انتظام شروع کر دیا۔ آپؓ نے اِس سلسلہ میں چار بڑے لشکر تیار کئے جنہیں شام کے مختلف علاقوں کی جانب روانہ کیا۔ بطور کمک بھیجے جانے والوں میں سے پہلا لشکر حضرت یزیدؓ بن ابوسفیانؓ کی سرکردگی میں روانہ فرمایا جس کا مقصد فتح دمشق اور باقی تین لشکروں کی مدد کرنا تھا۔ دوسرا لشکر ابتدائی اسلام لانے والوں میں سے نیز خلافت راشدہ کے مشہور سپہ سالار حضرت شُرَحْبِیْلؓ بن حَسَنَہ کا تھا جبکہ تیسرا لشکر امین الامت نیز عشرۂ مبشرہ میں شامل خوش نصیب حضرت ابو عُبیدہؓ بن الجراّح کا تھا جن کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ نے عرب کے شہ سواروں میں سے ایک عظیم شرف و منزلت رکھنے والے شخص حضرت قیسؓ بن ہُبَیرہ کو بھی روانہ فرمایا۔

ایک شہید کا تذکرۂ خیر و اعلان برائے نماز جنازہ غائب

حضور انور ایدہ اللہ نے خطبۂ ثانیہ سے قبل مؤرخہ 12/ اگست 2022ء کو ربوہ میں بعمر 62 سال شہید ہونے والے دارالرحمت کے رہائشی مکرم نصیر احمد صاحب ابن عبد الغنی صاحب کا تفصیلی تذکرۂ خیر کیا نیز بعد از نماز جمعۃ المبارک اِن کی نماز جنازہ غائب بھی پڑھانے کا اعلان فرمایا۔

(قمر احمد ظفر۔ نمائندہ روزنامہ الفضل آن لائن جرمنی)

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 29/ جولائی 2022ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم المرتبت خلیفۂ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بابرکت دور میں دشمنانِ اسلام کے خلاف ہونے والی مہمات کا تذکرہ

کسی فوج کا کوئی بڑے سے بڑا باصلاحیت سپہ سالار ایسے تیقن اور یکسوئی اور وفاداری اور خلوص کا مظاہرہ نہیں کرسکتا جب تک اسے سربراہ مملکت کی ذاتی خوبیوں اور اعلیٰ کردار نے متاثر نہ کیا ہو

جلسہ سالانہ برطانیہ کے شاملین و کارکنان کے لیے دعا کی تحریک

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کی مہمات کا ذکر

ہو رہا تھا۔ جنگوں کا بقایا ذکر آج کروں گا جو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں لڑی گئی تھیں۔ یہ مضمون جو جنگوں کا ہے یہ آج ختم کرنے کے لیے ہوسکتا ہے کہ شاید خطبہ تھوڑا سا لمبا بھی ہو جائے۔

جنگ حِیْرَہ

ربیع الاول بارہ ہجری کے اوائل میں حضرت خالدؓ نے امغیشیا سے حِیْرَہ کی طرف کوچ کیا۔
(ماخوذ از سیرت سیدنا صدیق اکبرؓ از عمر ابوالنصر صفحہ 672 مترجم اردو مشتاق بک کارنر اردو بازار لاہور 2020ء)

اس کے بارے میں یہ ہے کہ حضرت خالدؓ نے امغیشیا سے دریائے فرات کے قریب، حِیْرَہ کی طرف کوچ کیا۔ حِیْرَہ عیسائی عربوں کا قدیم مرکز تھا اور اس وقت حِیْرَہ کا حاکم ایک ایرانی تھا۔ حِیْرَہ کے حاکم کو اندازہ تھا کہ اب خالدؓ کی فوجوں کا رخ اس کی طرف ہو گا اس لیے اس نے حضرت خالدؓ سے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں اور اس نے یہ اندازہ بھی کرلیا کہ خالدؓ ادھر آنے کے لیے دریائی راستہ اختیار کریں گے اور کشتیوں پر سوار ہو کر پہنچیں گے۔ اس نے اپنے بیٹے کو دریائے فرات کا پانی روکنے کا حکم دیا تا کہ خالد کی کشتیاں دلدل میں پھنس جائیں اور خود اس کے پیچھے چلا اور حِیْرَہ کے باہر اپنے لشکر کو ٹھہرایا۔ جب حضرت خالدؓ امغیشیا سے روانہ ہوئے اور سامان اور مالِ غنیمت کے ساتھ فوج بھی کشتیوں میں سوار کرا دی گئی تو پانی کی کمی کی وجہ سے کشتیاں زمین کے ساتھ لگنے کی وجہ سے حضرت خالدؓ کو بڑی پریشانی ہوئی۔ ملاحوں نے کہا کہ اہل فارس نے فرات کا پانی اس طرف آنے سے روک کر نہروں کو کھول دیا ہے۔ تمام پانی دوسرے راستوں کی طرف بہ رہا ہے۔ جب تک نہریں بند نہ ہوں گی ہمارے پاس پانی نہیں آ سکتا۔ اس پر حضرت خالدؓ فوراً سواروں کا ایک دستہ لے کر حاکم کے بیٹے کی طرف بڑھے۔ راستے میں دریائے عتیق کے کنارے پر لشکر کے ایک حصہ سے حضرت خالدؓ کی مڈھ بھیڑ ہوئی۔ حضرت خالدؓ نے ان پر اچانک حملہ کر دیا جبکہ وہ بالکل غافل تھے۔ حضرت خالدؓ نے ان سب کا خاتمہ کر دیا۔ پھر آگے بڑھے اور دیکھا کہ حاکم حِیْرَہ کا بیٹا دریا کا رخ پھیرنے کے کام کی نگرانی کر رہا ہے۔ انہوں نے اچانک اس پر حملہ کر کے اس کو اور اس کی فوج کو قتل کر دیا اور بند توڑ کر دریا میں دوبارہ پانی جاری کروا دیا اور پھر

خود وہاں کھڑے ہو کر اس کام کی نگرانی کرتے رہے یہاں تک کہ کشتیوں نے دوبارہ سفر شروع کر دیا۔

اس کے بعد حضرت خالدؓ نے اپنے تمام سرداروں کو جمع کیا اور خورنق کے مقام پر پہنچ گئے۔ خورنق حِیْرَہ کے قریب ایک قلعہ تھا مگر جب حاکم کو معلوم ہوگیا کہ اردشیر مر گیا ہے اور خود اس کا بیٹا بھی جنگ میں مارا جا چکا ہے تو وہ بغیر لڑے دریائے فرات عبور کر کے بھاگ گیا لیکن حاکم کے بھاگ جانے کے باوجود اہل حِیْرَہ نے ہمت نہیں ہاری اور وہ قلعہ بند ہو گئے۔ یہاں چار قلعے تھے اور چاروں قلعوں میں محصور ہو کر لڑائی کی تیاری کرنے لگے۔

لکھا ہے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے قلعوں کا محاصرہ مندرجہ ذیل طریقہ سے کیا۔ ضرار بن ازور قصر ابیض کے محاصرہ کے لیے مقرر ہوئے۔ اس میں ایاس بن قُبیصہ طائی پناہ گزین تھا۔ ضرار بن خطاب قصر عدسیّین کے محاصرے کے لیے مقرر ہوئے۔ اس میں عدی بن عدی پناہ گزین تھا۔ ضرار بن مقرن قصر بنی مازن کے محاصرہ کے لیے مقرر ہوئے اس میں ابن اکّال پناہ گزین تھا۔ مثنّٰی بن حارثہ قصر ابن بُقیلہ کے محاصرہ کے لیے مقرر ہوئے اس میں عمرو بن عبدالمسیح پناہ گزین تھا۔

حضرت خالدؓ نے اپنے امرا کے نام یہ فرمان جاری کیا کہ وہ پہلے ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں۔ اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو ان کے اسلام کو مان لیں اور اگر وہ انکار کریں تو انہیں ایک دن کی مہلت دیں اور انہیں حکم دیا کہ دشمن کو موقع نہ دیں بلکہ ان سے قتال کریں اور مسلمانوں کو دشمن سے قتال کرنے سے نہ روکیں۔

دشمن نے مقابلہ آرائی کو اختیار کیا اور مسلمانوں پر پتھر برسانے شروع کر دیے۔ مسلمانوں نے ان پر تیروں کی بارش کی اور ان پر ٹوٹ پڑے اور محلات اور قلعوں کو فتح کرلیا۔ وہاں جو پادری موجود تھے ان پادریوں نے آواز لگائی کہ اے محل والو! ہمیں تمہارے سوا کوئی قتل نہ کرنے پائے۔ ان کو جوش دلانے کی کوشش کی۔ محل والوں نے آواز دی۔ اے عربو! ہم نے تمہاری تین شرطوں میں سے ایک کو قبول کرلیا ہے لہٰذا تم رُک جاؤ۔ جب انہوں نے وہاں دیکھا کہ عرب مسلمان غالب آ رہے ہیں تو انہوں نے شرطوں پر قلعے کھولنے کا خیال ظاہر کیا۔ ان محلات کے سردار باہر نکلے۔ پھر حضرت خالدؓ نے ان محل والوں سے الگ الگ ملاقات کی اور ان کے اس فعل پر ملامت کی۔

(سیدنا ابوبکر صدیقؓ شخصیت و کارنامے از علی محمد صلابی مترجم اردو صفحہ 410 فرقان ٹرسٹ مظفر گڑھ)
(حضرت ابوبکر صدیق از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 315 اسلامی کتب خانہ لاہور)
(تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۳۱۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت)
(معجم البلدان جلد ۲ صفحہ ۴۵۹)

اور ملامت کرتے ہوئے فرمایا کہ تم پر افسوس! تم نے اپنے آپ کو کیا سمجھ کر ہم سے مقابلہ کیا! اگر تم عرب ہو تو کس وجہ سے تم اپنے ہی ہم قوم لوگوں کا مقابلہ کرنے پر آمادہ ہو گئے اور اگر تم عجمی ہو تو کیا تمہارا خیال ہے کہ تم ایک ایسی قوم کے مقابلے میں جیت جاؤ گے جو عدل و انصاف میں نظیر نہیں رکھتی! سرداروں نے جزیہ دینے کا اقرار کرلیا۔ خالدؓ کو امید تھی کہ ہم قوم ہونے کی وجہ سے یہ عراقی عرب ضرور اسلام قبول کر لیں گے لیکن انہیں بے حد تعجب ہوا جب انہوں نے بدستور عیسائی رہنے پر اصرار کیا۔ بہرحال حضرت خالدؓ نے اہلِ حِیرَہ اور مسلمانوں کے درمیان ہونے والا معاہدہ لکھا جو یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وہ معاہدہ ہے جو خالد بن ولید نے عدی بن عدی، عمرو بن عدی، عمرو بن عبدالمسیح، ایاس بن قَبیصہ اور حِیری بن اکّال سے کیا ہے۔ یہ اہل حِیْرَہ کے سردار ہیں اور حِیْرَہ والے

اس معاہدے پر راضی ہیں اور انہوں نے اس کا انہیں حکم دیا

ان سے ایک لاکھ نوے ہزار درہم پر معاہدہ کیا ہے جو ہر سال ان سے ان کی حفاظت کے عوض وصول کیا جائے گا۔

یعنی مقامی لوگوں کی حفاظت کے لیے یہ جزیہ لگایا کہ جو دنیاوی مال و متاع ان کے قبضہ میں ہے خواہ وہ راہب ہوں یا پادری لیکن جن کے پاس کچھ نہیں، دنیا سے الگ ہیں، اس کو چھوڑ چکے ہیں، یہ معاہدہ ان کی حفاظت کی شرط پر ہے۔ اور اگر وہ ان کی حفاظت کا انتظام نہ کرسکیں تو ان پر کوئی جزیہ نہیں یہاں تک کہ وہ یعنی حاکم ان کی حفاظت کا انتظام کرے۔ اگر انہوں نے اپنے کسی فعل یا قول کے ذریعہ سے غداری کی تو یہ معاہدہ فسخ ہو جائے گا۔ یہ معاہدہ ربیع الاول بارہ ہجری میں لکھا گیا۔

یہ تحریر اہلِ حِیْرَہ کے حوالے کر دی گئی اور جب حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد اہل سواد مرتد ہو گئے تو ان لوگوں نے اس معاہدے کی توہین کی اور اس معاہدے پر عمل نہ کیا اور دوسرے لوگوں کے ساتھ انہوں نے بھی کفر کا ارتکاب کیا اور لوگوں پر اہل فارس کا تسلط ہو گیا۔ جب حضرت مثنٰی نے حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں حِیْرَہ کو دوبارہ فتح کیا تو ان لوگوں نے اسی معاہدے کو پیش کیا مگر حضرت مثنٰی نے اس کو قبول نہیں کیا اور ان پر دوسری شرط عائد کی۔ پھر جب حضرت مثنٰی بعض مقامات میں مغلوب ہو گئے۔ جنگوں میں ان کو بھی کچھ پیچھے ہٹنا پڑا تو ان لوگوں نے دوبارہ لوگوں کے ساتھ مل کر کفر اختیار کیا۔ باغیوں کی اعانت اور معاہدے کی توہین کی اور اس معاہدے پر عمل نہ کیا۔ پھر جب حضرت سعدؓ نے حِیْرَہ کو فتح کیا تو ان لوگوں نے سابقہ معاہدے پر تصفیہ چاہا تو حضرت سعدؓ نے کہا ان دونوں میں سے کوئی ایک معاہدہ پیش کرو مگر وہ لوگ پیش کرنے سے قاصر رہے۔ اس پر حضرت سعدؓ نے ان پر خراج عائد کیا اور ان کی مالی استطاعت کی تحقیقات کرنے کے بعد علاوہ موتیوں کے چار لاکھ کا خراج عائد کیا۔

جب حِیْرَہ فتح ہو گیا تو حضرت خالدؓ نے نماز فتح پڑھی جس میں آٹھ رکعات ایک سلام سے ادا کیں۔ یعنی اکٹھی آٹھ رکعات پڑھیں۔ اس سے فارغ ہو کر آئے تو کہا جنگ موتہ میں جب میں نے لڑائی کی تھی تو اس وقت میرے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹی تھیں۔ میں نے کبھی کسی قوم سے جنگ نہیں کی جیسی اس قوم سے جنگ کی ہے جو اہل فارس میں سے ہیں اور میں نے اہل فارس میں سے کسی سے جنگ نہیں کی جیسی اہل اُلَیس سے کی۔

(تاریخ الطبری جلد۲ صفحہ۳۱۶ تا ۳۱۹ دار الکتب العلمیة بیروت)

پھر لکھا ہے کہ ان لوگوں نے حضرت خالدؓ کی خدمت میں تحائف بھی بھیجے تھے لیکن حضرت خالدؓ نے فتح کی خوشخبری کے ساتھ وہ تحائف بھی حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں بھیج دیے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی عدل و انصاف کے اعلیٰ معیار کا سبق دیتے ہوئے ان سب تحائف کو جزیہ میں شمار کر کے قبول کر لیا اور حضرت خالدؓ کو لکھا کہ یہ تحائف اگر جزیہ میں شامل ہیں تو خیر، ورنہ تم ان کو جزیہ میں شامل کر کے بقیہ رقم وصول کرو۔ یعنی تحفہ کے طور پر یہ چیزیں وصول نہیں کیں بلکہ جزیہ کے طور پر کیں۔ مسلمانوں نے حِیْرَہ کے مقامی باشندوں کے ساتھ بڑی کشادہ دلی کا معاملہ کیا۔ یہ سلوک دیکھ کر گردونواح کے زمینداروں اور رئیسوں نے بھی جزیہ دینا قبول کر کے مسلمانوں کی ماتحتی اختیار کر لی۔

(حضرت ابوبکر صدیق از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 318-319 اسلامی کتب خانہ لاہور)

فتح حِیْرَہ عظیم جنگی اہمیت کی حامل ثابت ہوئی۔

اس سے مسلمانوں کی نگاہ میں فتح فارس کی امیدیں بڑھ گئیں کیونکہ عراق اور فارسی سلطنت کے لیے جغرافیائی اور ادبی حیثیت سے اس شہر کی بڑی اہمیت تھی۔ اس کو اسلامی فوج کے سپہ سالار اعظم نے اپنا مرکز اور صدر مقام قرار دیا جہاں سے اسلامی افواج کو ہجوم و دفاع اور نظم و امداد کے احکام جاری کیے جاتے تھے اور قیدیوں کے امور کے نظم و ضبط سے متعلق تدبیر و سیاست کا مرکز بنایا اور وہاں سے حضرت خالدؓ نے خراج اور جزیہ کو وصول کرنے کے لیے مختلف صوبوں پر عامل مقرر کیے اور اس طرح سرحدوں پر امراء مقرر کیے تاکہ دشمن سے حفاظت ہو سکے اور خود یہاں ٹھہر کر نظام امن و استقرار بحال کرنے میں لگ گئے۔ آپ کی خبریں جاگیرداروں اور سرداروں کو ملیں۔ وہ آپؓ سے مصالحت کے لیے آگے بڑھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ یہ لوگ فتح پا رہے ہیں تو انہوں نے مصالحت کر لی۔ سواد عراق اور اس کے اطراف میں کوئی باقی نہ رہا جس نے مسلمانوں کے ساتھ مصالحت یا معاہدہ نہ کر لیا ہو۔

(سیّدنا ابوبکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از ڈاکٹر علی محمد الصلابی مترجم صفحہ 412 مکتبہ الفرقان مظفر گڑھ)

حضرت خالدؓ ایک سال تک حِیْرَہ میں مقیم رہے اور شام کی طرف روانگی سے قبل اس کے بالائی اور زیریں علاقوں میں دورے کرتے رہے اور اہل فارس بادشاہ بناتے رہے اور معزول کرتے رہے۔

(تاریخ الطبری جلد۲ صفحہ۳۲۱ دار الکتب العلمیة بیروت)

یعنی اس کے مقابلے میں اہل فارس نے کیا کیا وہاں صرف بادشاہ بنتے رہے اور معزول ہوتے رہے۔

جب عراق کی فضا سازگار ہو گئی اور حِیْرَہ و دجلہ کے درمیان عرب علاقوں سے فارسی حکومت کے ختم ہو جانے سے پیچھے سے خطرہ باقی نہ رہا تو حضرت خالدؓ نے براہ راست ایران پر حملہ آور ہونے کا عزم کر لیا اور اس دوران میں اردشیر کسریٰ کے مر جانے سے ایرانی حکومت خلفشار کا شکار ہوئی۔ ان کے درمیان اس کے جانشین کے انتخاب کے سلسلہ میں سخت اختلاف رونما ہوا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حضرت خالدؓ نے ان کے بادشاہوں اور امراء و خاص لوگوں کو خط لکھے۔ ان بادشاہوں کو تحریر کرتے ہوئے فرمایا: خالد بن ولید کی جانب سے بادشاہان فارس کے نام۔ اَمَّا بَعْدُ! اللہ ہی کے لیے تمام حمد ہے جس نے تمہارے نظام کو توڑ دیا۔ تمہاری چال ناکام کر دی۔ تمہارے اندر اختلاف برپا کر دیا۔ تمہاری قوت کمزور کر دی۔ تمہارے مال چھین لیے۔ تمہارے غلبہ و عزت کو خاک میں ملا دیا۔ لہٰذا جب تمہیں میرا یہ خط ملے اسلام قبول کرو، محفوظ و مامون رہو گے یا پھر معاہدہ کر کے جزیہ دینے پر راضی ہو جاؤ۔ اگر اسلام قبول نہیں کرنا تو صلح کا معاہدہ کر لو اور جزیہ دینے پر راضی ہو جاؤ اور اگر ایسا کرو گے تو ہم تمہیں اور تمہارا علاقہ چھوڑ کر دوسری طرف چلے جائیں گے۔ ورنہ

اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں ایسی فوج لے کر تمہارے پاس آؤں گا جو موت سے ایسی ہی محبت کرتی ہے جس طرح تم زندگی سے محبت رکھتے ہو اور آخرت میں اتنی ہی رغبت رکھتے ہیں جتنی رغبت تمہیں دنیا سے ہے۔

اور ایرانی عُمّال و امرا کو خط تحریر کرتے ہوئے فرمایا۔ خالد بن ولید کی طرف سے فارس کے امراء کے نام۔ یہ خط خالد بن ولید کی طرف سے ایرانی عُمّال و امرا کے نام ہے تم لوگ اسلام قبول کر لو سلامت رہو گے یا جزیہ ادا کرو ہم تمہاری حفاظت کے ذمہ دار ہوں گے ورنہ یاد رکھو کہ میں نے ایسی قوم کے ساتھ تم پر چڑھائی کی ہے جو موت کی اتنی ہی فریفتہ ہے جتنا تم شراب نوشی کے۔

حِیْرَہ کی فتح سے عراق کو فتح کرنے اور اس کو اسلامی سلطنت کے تابع کرنے سے متعلق حضرت ابوبکرؓ کی آرزوؤں کا ایک حصہ پایہ تکمیل کو پہنچ گیا جو ایران پر براہ راست حملہ آور ہونے کی تمہید تھی۔ حضرت خالدؓ نے اس سلسلہ میں اپنی ذمہ داری اچھے طریقے سے ادا کی اور تھوڑی ہی مدت میں حِیرَہ تک پہنچ گئے کیونکہ عراق کے خلاف آپؓ کی مہم کا آغاز محرم بارہ ہجری میں معرکہ کاظمہ سے ہوا اور اسی سال ربیع الاول بارہ ہجری میں حِیْرَہ فتح ہو گیا۔

پھر اس کے بعد

جنگ انبار یا ذات العیون کا ذکر

ہے جو بارہ ہجری میں ہوئی۔ ایرانی فوج حِیرَہ کے بالکل قریب انبار اور عین التمر میں خیمہ زن ہو چکی تھی۔ انبار بھی بغداد کے قریب ایک شہر ہے۔ انبار کی وجہ تسمیہ میں لکھا ہے کہ عربی زبان میں انبار غلہ و سامان رکھنے کی کوٹھڑی کو کہتے ہیں اور اس شہر کو انبار اس لیے کہا جاتا تھا کہ وہاں کھانے پینے کی چیزیں بکثرت موجود تھیں۔ عین التمر انبار کے قریب کوفہ کے مغرب میں واقع ایک شہر ہے۔

لکھا ہے کہ اسلامی فوج کو ان مقامات میں ایرانی فوج کی موجودگی سے سخت خطرہ پیدا ہو چکا تھا۔ ان حالات میں اگر حضرت خالد بن ولیدؓ خاموشی سے حِیْرَہ میں بیٹھے رہتے اور باہر نکل کر ایرانی فوجوں کے خلاف کارروائی نہ کرتے تو اندیشہ تھا کہ مسلمان اس علاقے یعنی حِیْرَہ جسے مسلمانوں نے فتح کیا تھا اس سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے جو انتہائی مشقت کے بعد ان کے ہاتھ آیا تھا۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے فوج کو تیار ہونے

کا حکم دیا۔

(ماخوذ از سیّدنا ابوبکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از ڈاکٹر علی محمد الصلابی مترجم صفحہ 413 مکتبہ الفرقان مظفر گڑھ)
(حضرت ابوبکرؓ صدیق اکبر، صفحہ 287 از ہیکل، مترجم، علم و عرفان پبلشرز 2004ء)
(الکامل فی التاریخ جلد ۲، صفحہ ۲۴۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت) (ماخوذ از المنجد زیر لفظ نبر)
(معجم البلدان جلد ۱ صفحہ ۳۰۵، جلد ۴ صفحہ ۱۹۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حِیْرَہ اور اس کے گرد و نواح میں جب حالات قابو میں آ گئے اور امن بحال ہو گیا تو حضرت خالدؓ نے حِیْرَہ پر حضرت قعقاع بن عمرو تمیمیؓ کو اپنا نائب مقرر کر کے خود حضرت عیاض بن غنم کی امداد کے لیے روانہ ہوئے۔ حضرت عیاض بن غنم کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے شمال سے عراق کی فتح کے لیے روانہ کیا تھا اور انہیں حضرت خالد بن ولیدؓ سے جا ملنے کا حکم دیا تھا۔

(سیّدنا ابوبکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از ڈاکٹر علی محمد الصلابی مترجم صفحہ 416)

انبار کے لشکر کا سپہ سالار ساباط کا رئیس شِیرزاد تھا۔ وہ اپنے زمانے میں بڑا عقل مند، معزز اور عرب و عجم میں ہر دلعزیز عجمی تھا۔ ساباط بھی مدائن میں ایک مشہور جگہ کا نام ہے۔ بہرحال لکھا ہے کہ اہلِ انبار قلعہ بند ہو گئے اور ان لوگوں نے قلعہ کے ارد گرد خندق کھودی ہوئی تھی جس کو پانی سے بھر دیا گیا تھا اور یہ خندق قلعہ کی دیوار کے بہت قریب تھی۔ کوئی بھی مسلمان اگر اس کے قریب بھی ہوتا تو قلعہ کی دیواروں میں متعین مخالف سپاہی زبردست تیر اندازی سے مسلمانوں کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیتے۔ وہ لوگ اسی حالت میں تھے کہ حضرت خالدؓ اپنے لشکر کے اگلے حصہ کو لے کر وہاں پہنچے۔ انہوں نے خندق کے اطراف ایک چکر لگایا، قلعہ کے دفاعی انتظامات کا جائزہ لیا اور اپنی خداداد فراست سے ایک منصوبہ بنایا۔ حضرت خالدؓ اپنے تیر اندازوں کے پاس گئے اور ایک ہزار تیر انداز منتخب کیے جو بہت اچھے نشانہ باز تھے اور ان کو ہدایت کی اور کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ یہ لوگ اصولِ جنگ سے بالکل ناآشنا ہیں۔ تم لوگ صرف ان کی آنکھوں کو اپنے تیروں کا نشانہ بناؤ اور اس کے سوا کہیں اَور نہ مارو۔ چنانچہ

ان لوگوں نے ایک ساتھ تیر چلائے اور اس کے بعد کئی دفعہ ایسا ہی کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس روز تقریباً ایک ہزار آنکھیں پھوٹ گئیں۔

اسی لیے یہ جنگ ذات العیون کے نام سے بھی مشہور ہے یعنی آنکھوں والی جنگ۔ دشمنوں میں شور مچ گیا کہ اہل انبار کی آنکھیں جاتی رہیں لیکن اس پر بھی حاکم انبار نے غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈالنے سے پس و پیش کی تو حضرت خالد بن ولیدؓ اپنی فوج کے کچھ کمزور اور نڈھال اونٹ لے کر خندق کے تنگ ترین مقام پر آئے۔ پھر اونٹوں کو ذبح کر کے اس خندق میں ڈال دیا جس سے وہ بھر گئی اور ان جانوروں سے ایک پل بن گیا۔ اب مسلمان اور مشرکین خندق میں ایک دوسرے کے سامنے تھے۔ یہ دیکھ کر دشمن پسپا ہو کر قلعہ بند ہو گیا۔ چنانچہ حاکم انبار شیرزاد نے پھر حضرت خالد بن ولیدؓ سے صلح کے لیے مراسلت کی اور درخواست کی کہ مجھ کو سواروں کے ایک دستے کے ساتھ جن کے ساتھ سامان وغیرہ کچھ نہ ہو یہاں سے نکلنے اور اپنے ٹھکانے پر پہنچنے کی اجازت دی جائے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اس کو منظور کر لیا۔

یہاں یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ جو مؤرخ اور سیرت نگار حضرت خالدؓ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ حضرت خالدؓ وحشت و بربریت کا بازار گرم رکھتے تھے اور قتل و غارت گری کیے جاتے تھے ان کے لیے قابلِ غور ہے کہ سخت ترین جنگ کرنے اور بار بار صلح کی پیشکش کو بھی قبول نہ کرنے کے باوجود اس پر، دشمن پہ غلبہ پا لیا اور اس نے جب یہاں سے جانے کی اجازت مانگی تو پھر تین دن کا سامانِ رسد ساتھ لے کر جانے کی اجازت بھی دے دی اور کسی قسم کا تعرض نہیں کیا۔

پس یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ پر یہ الزام ہے کہ آپ ظلم کیا کرتے تھے۔

جب شیرزاد یہاں سے جان بچا کر بہمن جاذویہ کے پاس پہنچا اور اس کو واقعات سے مطلع کیا تو اس نے شیرزاد کو ملامت کی اور اس پر شیرزاد نے کہا کہ میں وہاں ایسے لوگوں میں تھا جو عقل سے عاری تھے اور جو عربوں کی نسل سے تھے۔ اس کا مسلمانوں کی طرف اشارہ نہیں تھا بلکہ اہل انبار میں سے عرب قبیلے کے لوگوں کی طرف اشارہ تھا جن کو کچھ پتہ نہیں تھا۔ شیرزاد نے کہا میں نے سنا کہ مسلمان اپنی جانوں کی پروا کیے بغیر ہم پر حملہ آور ہیں اور جب بھی کوئی قوم اپنی جانوں کی پروا کیے بغیر کام کرے تو فتح اس پر واجب ہو جاتی ہے۔ چنانچہ جب ان سے ہماری فوج کا مقابلہ ہوا تو انہوں نے ہمارے قلعہ اور زمینی لشکر میں سے ایک ہزار آنکھیں پھوڑ ڈالیں۔ اس سے مجھے معلوم ہوا کہ صلح کر نا ہی بہتر ہے۔ جب حضرت خالد بن ولیدؓ کو اور سب مسلمانوں کو انبار کے حالات کے بارے میں اطمینان ہو گیا اور اہل انبار بھی بے خوف ہو کر باہر آ گئے تو حضرت خالد بن ولیدؓ نے دیکھا کہ وہ لوگ عربی زبان لکھتے پڑھتے ہیں۔ تو حضرت خالدؓ نے ان سے پوچھا کہ تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم عرب کی ہی ایک قوم ہیں اور ہم یہاں ان عربوں کے پاس آ کر اترے تھے جو ہم سے پہلے یہاں آباد تھے اور وہ پہلے عرب بخت نصر کے عہد میں آئے تھے جب اس نے عربوں کو آباد ہونے کی اجازت دی تھی اور پھر یہیں رہ پڑے۔ حضرت خالدؓ نے پوچھا تم نے لکھنا کس سے سیکھا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے لکھنا عربی قبیلہ بنو اِیاد سے سیکھا ہے۔ اس کے بعد حضرت خالدؓ نے انبار کے اطراف کے لوگوں سے بھی صلح کر لی۔

(تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۳۲۲، ۳۲۳، دار الکتب العلمیۃ بیروت)
(معجم البلدان جلد ۳ صفحہ ۲۰۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

پھر

جنگ عین التمر

بھی بارہ ہجری میں لڑی گئی، اس کا ذکر ہے۔ جب حضرت خالدؓ انبار کی فتح سے فارغ ہوئے اور وہ مکمل طور پر آپؓ کے قبضہ میں آ گیا تو آپؓ نے اس کے قریبی علاقہ عین التمر کا قصد کیا جو عراق اور صحرائے شام کے درمیان صحرا کے کنارے واقع ہے۔ انبار سے عین التمر تک پہنچنے میں تین دن لگے۔ ایرانیوں کی طرف سے وہاں کا حاکم مہران بن بہرام تھا۔ وہ عجمیوں کے ایک بڑے لشکر کے ساتھ وہاں موجود تھا۔ ایرانی فوج کے علاوہ عرب کے مختلف بدوی قبائل بھی وہاں موجود تھے جن کا سردار عقہ بن ابی عقہ تھا۔ جب ان لوگوں نے حضرت خالدؓ کے متعلق سنا تو عقہ نے مہران سے کہا عرب عربوں سے جنگ کرنا خوب جانتے ہیں۔ پس ہمیں اور خالد کو چھوڑ دو۔ اس کو یہ زعم تھا کہ ہمیں پتا ہے ہم ان سے کس طرح جنگ کریں گے۔ مہران نے کہا تم نے ٹھیک کہا ہے کہ عربوں سے لڑنے میں تم ایسے ہی ماہر ہو جیسے ہم عجمیوں سے لڑنے میں ماہر ہیں۔ اس طرح اس نے عقہ کو دھوکا دیا اور اس کے ذریعہ اپنا بچاؤ کیا اور اس نے کہا: تم ان سے لڑو اگر تمہیں ہماری ضرورت ہوئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ جب عقہ حضرت خالدؓ کے مقابلے کے لیے چلا گیا تو عجمیوں نے عقہ کے متعلق انتہائی سخت زبان استعمال کرتے ہوئے مہران سے کہا۔ تجھے کس چیز نے آمادہ کیا تھا کہ تم اس سے یہ بات کرو۔ اس نے کہا تم مجھے چھوڑ دو۔ میں نے وہی چاہا جو تمہارے لیے بہتر اور مسلمانوں کے لیے برا ہے۔ یقیناً تمہارے پاس وہ بندہ آ رہا ہے جس نے تمہارے بادشاہوں تک کو قتل کر دیا ہے، حضرت خالد بن ولیدؓ کے بارے میں کہا، بڑے زبردست سپہ سالار ہیں اور تمہاری شوکت و سطوت کو روند کر رکھ دیا ہے۔ پس میں نے تو عقہ کو ان کے مقابلے میں بطور ڈھال استعمال کیا ہے۔ اگر ان کو خالد کے مقابلے میں فتح حاصل ہوئی تو یہ فتح تمہاری ہو گی اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہوا تو تم مسلمانوں کے مقابلے میں نہیں جاؤ گے مگر اس حال میں کہ وہ کمزور پڑ چکے ہوں گے۔ پھر ہم ان سے جنگ کریں گے تو ہم طاقتور اور وہ کمزور ہوں گے۔ یہ بات سن کر انہوں نے مہران کی رائے کی برتری کا اعتراف کر لیا۔ مہران وہیں عین التمر میں مقیم رہا اور عقہ نے حضرت خالدؓ کے مقابلے کے لیے راستے میں پڑاؤ ڈال لیا۔

(ماخوذ از حضرت ابوبکرؓ صدیق از محمد حسین ہیکل صفحہ 288-289)
(تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۳۲۴، خبر عین التمر، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

عقہ ابھی اپنے لشکر کی صفیں ہی درست کر رہا تھا کہ حضرت خالدؓ نے بذاتِ خود اس پر حملہ کر دیا اور اسے قید کر لیا اور اس کا لشکر بغیر لڑائی کے ہی شکست کھا کر بھاگ گیا اور ان میں سے اکثر کو قید کر لیا گیا۔

جب یہ خبر مہران تک پہنچی تو وہ اپنے لشکر کو لے کر فرار ہو گیا اور انہوں نے قلعہ چھوڑ دیا۔ جب شکست کھانے والے اس قلعہ تک پہنچے، اس میں پناہ لی اور حضرت خالدؓ نے ان کا محاصرہ کر لیا جس پر انہوں نے حضرت خالدؓ سے امان طلب کی مگر آپؓ نے انکار کر دیا۔ انہوں نے آپؓ کا فیصلہ قبول کرتے ہوئے ہتھیار ڈال دیے اور آپؓ نے انہیں قیدی بنا لیا اور عقہ اور جو لوگ اس کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شامل تھے ان سب کو قتل کر دیا اور جو قلعہ میں تھے ان کو قید کر لیا اور جو سامان قلعہ میں موجود تھا اس کو بطور غنیمت لے لیا۔ آپؓ نے ان کے کلیسیا کے اندر چالیس لڑکوں کو پایا جنہیں عیسائیوں نے گروی بنا لیا تھا۔

یہ لڑکے بیشتر عربی نژاد تھے۔ ان لڑکوں کو اسلامی تاریخ میں اس لیے اہمیت حاصل ہے کہ ان کی اولاد میں سے ایسے بڑے بڑے لوگ پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے اس عہد میں اور بعد کے عہد کی تاریخ پر گہرے اور اَن مٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ ان لڑکوں میں محمد بن سیرین کے والد سیرین، موسیٰ بن نصیر کے والد نصیر اور حضرت عثمانؓ کے آزاد کردہ غلام حمران بھی شامل تھے۔ سیرین عراق کے رہنے والے تھے معرکہ عین التمر میں قیدی ہوئے اور حضرت انس بن مالکؓ کے غلام بنے۔ وہ بہت بڑے صناع تھے۔ انہوں نے حضرت انسؓ سے مکاتبت کرتے ہوئے آزادی حاصل کر لی تھی۔ ان کے بیٹے کا نام محمد بن سیرین تھا جو مشہور تابعی تھے اور تفسیر اور حدیث اور فقہ اور تعبیر الرؤیا وغیرہ فنون میں امام تھے۔ یہ محمد بن سیرین ان کے بیٹے تھے جو جنگ میں قیدی بنائے گئے تھے اور پھر بعد میں انہوں نے آزادی لے لی۔ پھر نُصیر تھے یہ موسیٰ بن نُصیر کے والد تھے۔ یہ بنو امیہ کے قیدیوں میں سے تھے۔ بنو امیہ کے کسی شخص نے انہیں آزاد کروایا تھا۔ یہ اپنے بیٹے موسیٰ کی وجہ سے شہرت رکھتے ہیں۔ موسیٰ بن نُصیر نے شمالی افریقہ میں شہرت پائی اور طارق بن زیاد کے ساتھ مل کر سپین میں اسلامی حکومت قائم کرنے میں بہت بڑا کردار ادا کیا تھا۔

پھر حمران بن ابان بھی معرکہ عین التمر کے قیدیوں میں سے تھے۔ یہ یہودیوں میں سے تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے انہیں آزاد کروا دیا۔

حضرت عثمانؓ کا خاص قرب پانے والے تھے۔ اکتالیس ہجری میں یہ کچھ عرصہ کے لیے بصرہ کے حاکم بنے اور بعد میں بنو امیہ کی حکومت میں بڑا نام پیدا کیا۔ حضرت خالدؓ نے فتح کی خوشخبری اور خُمس حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں بھیج دیا۔

(الکامل فی التاریخ جلد ۲ صفحہ ۲۴۶، ذکر فتح عین التمر، دار الکتب العلمیة بیروت ۲۰۰۶ء)

(سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 277-278 دار الاشاعت کراچی)

(فتوح البلدان مترجم صفحہ ۳۲۵، ۳۴۶)

(مرآۃ الزمان فی تواریخ الاعیان، جزء ۶ صفحہ ۲۲۸ دار الکتب العلمیة)

(تاریخ الطبری جلد ۳ صفحہ ۱۶۹، ۵۲۴ دار الکتب العلمیة بیروت)

انبار اور عین التمر کی فتح کے بعد خالدؓ نے ولید بن عقبہ کو خمس دے کر فتح کی خوشخبری کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں بھیجا۔

انہوں نے مدینہ پہنچ کر انہیں تمام حالات سے آگاہ کیا اور بتایا کہ خالد نے ان کے احکام نظر انداز کرتے ہوئے حِیرَہ کو اس لیے چھوڑا اور انبار اور عین التمر پر اس لیے چڑھائی کی کہ انہیں حِیرَہ میں قیام کیے ہوئے پورا ایک سال ہو گیا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے ہدایت دی تھی وہاں حِیرَہ میں انتظار کرنا لیکن بہرحال انہوں نے یہ کیا۔ ان حالات میں اسی کو بہتر سمجھا اور عیاض کا کچھ پتہ نہ تھا کہ وہ کب دومۃ الجندل سے فارغ ہو کر خالد کی مدد کے لیے حِیرَہ کو پہنچتے ہیں۔ دیر ہو گئی تھی۔ عیاض وہاں پہنچ نہیں رہے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ بھی عیاض کی سست روی سے تنگ آ چکے تھے اور ان کا خیال تھا کہ وہ مسلمانوں کے حوصلے پست کر رہے ہیں۔ اگر دشمن کو خالدؓ کے ان کارناموں کی اطلاعات ملتی رہتیں جو انہوں نے عراق میں انجام دیے تھے تو یقیناً وہ عیاض کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کو سخت زک پہنچاتے۔

(حضرت ابو بکر صدیقؓ اکبر از محمد حسین ہیکل صفحہ 325 اسلامی کتب خانہ لاہور)

پھر

جنگِ دومۃ الجندل ہے۔

یہ بھی بارہ ہجری کی ہے۔ دومۃ الجندل دمشق سے پانچ راتوں اور مدینہ سے پندرہ راتوں کی مسافت پر ایک شہر ہے۔ یعنی اس زمانے کے جو سفر کے ذرائع تھے اس کے مطابق۔ شام کا یہ شہر مدینہ کے سب سے زیادہ قریب ہے۔ حضرت عیاض بن غنم جنہیں حضرت ابو بکرؓ نے دومہ کی طرف بھیجا تھا انہیں طویل مدت تک دشمن کی طرف سے مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا اس لیے وہ حضرت خالدؓ سے نہ مل سکے۔ جب حضرت خالدؓ نے ولید بن عقبہ کو عین التمر کی فتح کی خبر دے کر حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں روانہ کیا تو حضرت ابو بکرؓ کو عیاض کے بارے میں پریشانی ہوئی۔ چنانچہ آپؓ نے ولید بن عقبہ کو عیاض کی مدد کے لیے بھیج دیا۔

(ابوبکر الصدیق اول الخلفاء الراشدین از محمد رضا صفحہ ۱۲۴، دار احیاء الکتب العربیہ ۱۹۵۰ء)

جب ولید بن عقبہ حضرت عیاضؓ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ حضرت عیاضؓ نے دشمن کو گھیر رکھا ہے اور دشمن نے انہیں گھیر رکھا ہے اور ان کا راستہ بھی روک رکھا ہے۔ ولید بن عقبہ نے حضرت عیاضؓ سے کہا کہ بعض اوقات فوج کی کثرت تعداد کے مقابلے میں ایک عقل کی بات زیادہ کارگر ہوتی ہے۔ آپ حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس قاصد بھیجیے اور ان سے مدد طلب کیجیے۔ حضرت عیاضؓ کے لیے ولید کی بات ماننے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کیونکہ انہیں دومۃ الجندل پہنچے ہوئے سال بھر ہو چکا تھا اور ابھی تک فتح کی کوئی شکل نظر نہ آتی تھی۔ حضرت عیاضؓ نے ایسا ہی کیا۔ جب ان کا قاصد مدد طلب کرنے کے لیے حضرت خالدؓ کے پاس پہنچا تو اس وقت عین التمر فتح ہو چکا تھا۔ انہوں نے حضرت عیاضؓ کے نام ایک مختصر خط دے کر قاصد کو فوراً واپس کر دیا کہ ان کی پریشانی کچھ کم ہو جائے۔ خط میں لکھا تھا کہ تھوڑا ٹھہریں۔ سواریاں آپ کے پاس پہنچ رہی ہیں جن پر شیر سوار ہوں گے اور تلواریں چمک رہی ہوں گی اور لشکر فوج در فوج پہنچ رہے ہوں گے۔ پھر

حضرت خالد بن ولیدؓ کی دومۃ الجندل روانگی

کے بارے میں آتا ہے کہ جب حضرت خالدؓ عین التمر کی فتح سے فارغ ہوئے تو اس میں عویم بن کاہل اسلمی کو نگران مقرر کیا اور خود اپنی فوج کو جو عین التمر میں تھی لے کر دومۃ الجندل کی طرف روانہ ہوئے۔ تین سو میل کا یہ فاصلہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے دس روز سے بھی کم عرصہ میں طے کیا۔

اہل دومہ کو حضرت خالدؓ کے آنے کی اطلاع ملی تو انہوں نے اپنے حلیف قبائل سے مدد طلب کی۔ یہ قبائل اپنے ساتھ کئی اَور قبائل کو ملا کر دومۃ الجندل پہنچے اور ان کی تعداد اس وقت سے کئی گنا زیادہ تھی جب ایک سال قبل حضرت عیاضؓ ان کی سرکوبی کے لیے پہنچے تھے۔ دومۃ الجندل کی فوج دو بڑے حصوں میں منقسم تھی۔

(ماخوذ از حضرت ابو بکر صدیق از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 290-291)

(تاریخ طبری از ابو جعفر محمد بن جریر جلد ۲ صفحہ ۳۲۴-۳۲۵ دار الکتب العلمیة بیروت)

(سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت و کارنامے از علی محمد صلابی مترجم اردو صفحہ 418 فرقان ٹرسٹ مظفر گڑھ)

فوج کے دو سردار تھے۔ ایک اُکیدر بن عبد الملک اور دوسرا جودی بن ربیعہ۔ جب ان کو حضرت خالدؓ کی آمد کی اطلاع ملی تو ان میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ اکیدر نے کہا کہ میں خالد کو خوب جانتا ہوں اس سے بڑھ کر کوئی شخص اقبال مند نہیں ہے اور نہ اس سے زیادہ کوئی جنگ میں تیز ہے۔ جو قوم خالد سے مقابلہ کرتی ہے خواہ وہ تعداد میں کم ہو یا زیادہ ضرور شکست پاتی ہے۔ تم لوگ میرے مشورے پر عمل کرو اور ان لوگوں سے صلح کر لو مگر انہوں نے اس کا انکار کر دیا اس پر اکیدر نے کہا میں خالد کے ساتھ لڑنے میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا۔ تم جانو اور تمہارا کام جانے۔ یہ کہہ کر وہ وہاں سے چل دیا۔ اس کی اطلاع حضرت خالدؓ کو ہو گئی۔ انہوں نے اس کا راستہ روکنے کے لیے عاصم بن عمرو کو بھیجا۔ صلح کے لیے راضی نہیں ہوا تھا بلکہ وہاں سے چھوڑ کے چلا گیا، اپنے علاقے کی طرف جا رہا تھا۔ عاصم نے اکیدر کو جا پکڑا۔ اس نے کہا تم مجھے اپنے امیر خالد کے پاس لے چلو۔ جب وہ حضرت خالدؓ کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے اکیدر کو قتل کروا دیا اور اس کے تمام سامان پر قبضہ کر لیا۔

(تاریخ طبری از ابو جعفر محمد بن جریر جلد ۲ صفحہ ۳۲۵ دار الکتب العلمیة بیروت)

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اکیدر کو قید کرنے کے بعد کیوں قتل کیا گیا تھا تو اس کی وجہ یہ بیان ہوئی ہے کہ حضرت خالدؓ کو غزوۂ تبوک کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکیدر کی طرف روانہ کیا تھا۔ آپؓ اس کو قید کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر احسان کر کے اسے چھوڑ دیا تھا اور اس سے معاہدہ لکھوایا تھا لیکن اس نے اس کے بعد بدعہدی کی اور اس نے مدینہ کی حکومت کے خلاف بغاوت کر دی تھی۔

(حضرت ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 327-328 اسلامی کتب خانہ لاہور)

جس وقت اکیدر کو حضرت خالدؓ کے دومۃ الجندل آنے کی اطلاع ملی تو یہ اپنی قوم کا ساتھ چھوڑ کر نکل

گیا۔حضرت خالدؓ کو دومۃ الجندل کے راستے میں اس کی خبر ملی جیسا بیان ہوا ہے۔ آپؓ نے عاصم بن عمرو کو اس کے گرفتار کرنے کے لیے روانہ کیا۔ انہوں نے اسے گرفتار کر لیا اور اس کی سابقہ خیانت کی وجہ سے حضرت خالدؓ نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا اور اس کو قتل کر دیا گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کی خیانت اور غداری کی وجہ سے اسے ہلاک کیا۔

(سیدنا ابوبکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی مترجم صفحہ 419)

بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسے قید کر کے مدینہ بھیج دیا گیا تھا اور حضرت عمرؓ کے عہد میں اسے رہائی ملی اور وہ مدینہ سے عراق چلا گیا۔ وہاں عین التمر کے مقام دومہ ہی میں قیام پذیر ہوا اور آخر تک وہیں رہا۔ (حضرت ابوبکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 328 اسلامی کتب خانہ لاہور) یہ دو روایتیں ہیں۔

بہرحال اہل دومہ سے لڑائی کا جو واقعہ ہے اس بارہ میں لکھا ہے کہ حضرت خالدؓ آگے بڑھ کر دومہ پہنچے۔ حضرت خالدؓ نے دومہ کو اپنی اور حضرت عیاضؓ کی فوج کے وسط میں لے لیا۔ نصرانی عرب جو اہل دومہ کی امداد کے لیے آئے تھے وہ قلعہ کے اطراف میں بیرونی جانب تھے کیونکہ قلعہ میں ان کی گنجائش نہیں تھی۔ جب حضرت خالدؓ اطمینان سے صف آرائی کر چکے تو دومہ کے سرداروں نے قلعہ سے نکل کر حضرت خالدؓ پر حملہ کر دیا۔ دونوں فریقوں میں گھمسان کی جنگ ہوئی۔ بالآخر حضرت خالدؓ اور حضرت عیاضؓ نے اپنے مدمقابل کو شکست دی۔ حضرت خالدؓ نے ایک سردار جودی اور حضرت اقرع بن حابسؓ نے وَدِیعہ کو گرفتار کر لیا جو قبیلہ کلب کا سردار تھا۔ باقی لوگ پسپا ہو کر قلعہ بند ہو گئے مگر قلعہ میں کافی گنجائش نہیں تھی۔ جب قلعہ بھر گیا تو اندر والوں نے بہت سے لوگوں کو باہر چھوڑ کر قلعہ کا دروازہ بند کر لیا جس کی وجہ سے باہر کے لوگ حیران و پریشان پھرنے لگے۔ عاصم بن عمرو نے کہا اے بنو تمیم! اپنے حلیف قبیلہ کلب کی مدد کرو اور ان کو پناہ دو کیونکہ تمہیں ان کی امداد کا ایسا موقع پھر کبھی نہیں ملے گا۔ یہ سن کر بنو تمیم نے ان کی مدد کی۔ اس روز عاصم کے امان دینے کی وجہ سے کلب قبیلہ کی جان بچ گئی۔ حضرت خالدؓ نے قلعہ کی طرف پسپا ہونے والوں کا پیچھا کیا اور اتنے آدمی قتل کیے کہ ان کی لاشوں سے قلعہ کا دروازہ مسدود ہو گیا۔ پھر جودی اور اس کے ساتھ باقی قیدیوں کو بھی قتل کر دیا۔ صرف کلب کے قیدی بچ گئے کیونکہ عاصم اور اقرع اور بنو تمیم نے کہہ دیا تھا کہ ہم نے ان کو امان دی ہے۔ پھر حضرت خالدؓ قلعہ کے دروازے پر مسلسل چکر لگاتے رہے یہاں تک کہ اس کو توڑ کر دم لیا۔ مسلمان قلعہ میں گھس گئے۔ جنگجوؤں کو قتل کیا گیا اور نوعمروں کو قیدی بنا لیا گیا۔

(تاریخ طبری از ابو جعفر محمد بن جریر جلد ۲ صفحہ ۳۲۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۱۲ء)

فتح کے بعد حضرت خالدؓ نے اقرع بن حابس کو انبار واپس جانے کا حکم دیا اور خود دومۃ الجندل میں قیام کیا۔

(حضرت ابوبکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 293)

دومۃ الجندل کے فتح ہونے سے مسلمانوں کو جنگی اعتبار سے بڑا اہم مقام حاصل ہو گیا کیونکہ دومۃ الجندل ایسے راستے پر واقع تھا جہاں سے تین سمتوں میں اہم راستے نکلتے تھے۔

جنوب میں جزیرہ نمائے عرب اور شمال مشرق میں عراق اور شمال مغرب میں شام۔ طبعی طور پر یہ شہر حضرت ابوبکرؓ اور آپؓ کی فوج کی توجہ اور اہتمام کا مستحق تھا جو عراق میں برسرپیکار تھی اور شام کی سرحدوں پر کھڑی تھی۔ یہی سبب تھا کہ حضرت عیاضؓ نے دومۃ الجندل سے حرکت نہ کی بلکہ وہاں ڈٹے رہے اور حضرت خالدؓ کے وہاں پہنچنے کا انتظار کیا۔ اگر دومۃ الجندل مسلمانوں کے قبضہ میں نہ آتا تو عراق میں مسلم فوجوں کے لیے خطرات کا سامنا تھا۔

(سیدنا ابوبکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی مترجم صفحہ 419-420)

پھر

جنگِ حصید اور خنافس

کا ذکر ہے۔ حصید کوفہ اور شام کے درمیان ایک چھوٹی سی وادی ہے۔ خنافس عراق کی طرف انبار کے قریب ایک جگہ ہے۔ لکھا ہے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ دومۃ الجندل میں مقیم تھے اور عجمی بدستور حضرت خالدؓ کے خلاف، مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف تھے۔ عقہ کے انتقام کے جوش میں جزیرے کے عربوں نے عجمیوں سے ساز باز کر لی تھی۔ چنانچہ بغداد سے زرمہر اور اس کے ساتھ روزبہ انبار کی طرف روانہ ہوئے اور دونوں نے حصید اور خنافس پر ملنے کا وعدہ کیا۔ حِیْرَہ میں حضرت خالد بن ولیدؓ کے نائب حضرت قعقاع بن عمروؓ نے یہ خبر سنی تو آپؓ نے اعبد بن فدکی کو حصید کی طرف پہنچنے کا حکم دیا اور عروہ بن جعد کو خنافس کی طرف روانہ کیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ دومہ سے حِیْرَہ واپس آئے تو آپؓ کو بھی اس کی اطلاع ملی۔ حضرت خالدؓ کا مدائن پر چڑھائی کا ارادہ تھا مگر جب یہاں پہنچ کر ان واقعات کا علم ہوا تو آپ نے حضرت قعقاع بن عمروؓ اور ابولیلیٰ کو روزبہ اور زرمہر کے مقابلے کے لیے بھیج دیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس امراء القیس کلبی کا خط آیا۔ یہ قبیلہ قضاعہ اور کلب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عامل تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کے دورِ خلافت میں یہ اسلام پر ثابت قدم رہے تھے۔ ان کا خط آیا کہ ہذیل بن عمران نے **مصیّخ** میں اور ربیعہ بن بجیر نے ثنی اور بشر میں فوجیں جمع کی ہیں یہ لوگ عقہ کے انتقام کے جوش میں روزبہ اور زرمہر کے پاس جا رہے ہیں۔ یہ معلوم ہوتے ہی حضرت خالد بن ولیدؓ نے حِیرَہ پر حضرت عیاض بن غنمؓ کو اپنا نائب مقرر کیا اور خود وہاں سے روانہ ہوئے۔ آپؓ نے خنافس جانے کے لیے وہی راستہ اختیار کیا جس سے قعقاع اور ابولیلیٰ گئے تھے۔ آپؓ عین التمر میں ان دونوں سے مل گئے۔ یہاں آ کر آپ نے حضرت قعقاعؓ کو امیر فوج بنایا اور ان کو حصید کی طرف روانہ کیا اور ابولیلیٰ کو خنافس کی طرف بھیجا اور ان دونوں کو حکم دیا کہ دشمن اور ان کے بھڑکانے والوں کو گھیر کر ایک جگہ جمع کرو اور اگر وہ جمع نہ ہوں تو اسی حالت میں ان پر حملہ کر دو۔ حضرت قعقاعؓ نے جب دیکھا کہ زرمہر اور روزبہ کوئی حرکت نہیں کر رہے تو انہوں نے حصید کی طرف پیش قدمی کی۔ اس طرف کی عربی و عجمی فوجوں کا سردار روزبہ تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ قعقاع اس کی طرف آ رہے ہیں تو اس نے زرمہر سے مدد طلب کی۔ زرمہر نے اپنی فوج پر نائب مقرر کیا اور بذات خود روزبہ کی مدد کے لیے آیا۔ حصید میں دونوں فریقوں کا مقابلہ ہوا۔ بڑی شدت کی جنگ ہوئی۔ اللہ نے عجمیوں کی بہت بڑی تعداد کو قتل کرایا۔ قعقاع نے زرمہر کو قتل کیا اور روزبہ بھی مارا گیا۔ اس جنگ میں کثیر مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ حصید کے بھاگے ہوئے لوگ خنافس میں جا کر جمع ہو گئے۔ جنگ خنافس کے بارے میں لکھا ہے کہ ابولیلیٰ اپنی فوج اور جو کمک ان کے پاس آئی تھی ان کو لے کر خنافس کی طرف نکلے۔ حصید کا شکست خوردہ لشکر زرمہر کے نائب کے پاس پہنچا۔ جب اس کو مسلمانوں کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ خنافس چھوڑ کر سب کے ساتھ **مصیّخ** بھاگ گیا۔ وہاں کا افسر ہذیل تھا۔ خنافس کی فتح کے لیے ابولیلیٰ کو کچھ دشواری پیش نہ آئی۔ ان تمام فتوحات کی اطلاع حضرت خالد بن ولیدؓ کی خدمت میں بھیج دی گئی۔

(تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۳۲۵-۳۲۶۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(معجم البلدان جلد ۲ صفحہ ۳۰۷،۴۲۶)

(الکامل فی التاریخ جلد ۲ صفحہ ۲۰۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

جنگ مصیّخ۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کو اہل حصید اور اہل خنافس کے بھاگنے کی اطلاع ہوئی تو آپؓ نے حضرت قعقاعؓ، ابولیلیٰ اعبد اور عروہ کو ایک خط لکھا جس میں انہوں نے ان کو ایک رات ایک وقت مقرر کر کے **مصیّخ** پر ملنے کا وعدہ کیا۔ **مصیّخ** حوران اور قلت کے درمیان واقع ہے۔ حوران بھی دمشق کے قریب ایک وسیع علاقہ ہے جہاں بیشمار بستیاں اور کھیت ہیں۔ حضرت خالد بن ولیدؓ عین التمر سے **مصیّخ** روانہ ہوئے اور مقررہ رات کو طے شدہ وقت کے مطابق حضرت خالد بن ولیدؓ اور ان کے افسروں نے **مصیّخ** پر ایک دم حملہ کر دیا اور ہذیل اس کی فوج اور تمام پناہ گزینوں پر تین اطراف سے حملہ کر دیا اور ہذیل چند لوگوں کے ساتھ جان بچا کر بھاگ گیا۔

(تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۳۲۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(فرہنگ سیرت صفحہ 109 زوار اکیڈمی کراچی)

اس جنگ کے دوران دو ایسے مسلمان اسلامی فوج کے ہاتھ مارے گئے جو **مصیّخ** میں مقیم تھے اور جن کے پاس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عطا کیا ہوا امان نامہ بھی تھا۔ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ان کے مارے جانے کی اطلاع ملی تو آپ نے ان کا خون بہا ادا کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے اصرار کیا کہ حضرت خالد بن ولیدؓ کو ان کے اس فعل کی سزا ملنی چاہیے۔ حضرت عمرؓ بڑے پرجوش تھے کہ کیوں مسلمانوں کو قتل کیا

لیکن حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ جو مسلمان دشمن کی سرزمین میں دشمن کے ساتھ قیام پذیر ہوں گے ان کے ساتھ ایسی صورتحال پیدا ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ اس طرح ہو جاتا ہے۔ تاہم حضرت ابوبکرؓ نے ان کی اولاد کی پرورش اور ان کا خیال رکھنے کے متعلق وصیت بھی فرمائی۔

(حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ از ہیکل صفحہ 311)

(تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۳۲۷۔ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

ثنی اور زمیل کا واقعہ۔

زمیل ایک مقام ہے۔ اس کا نام بشر بھی آتا ہے۔ یہ ثنی مقام کے ساتھ ہے۔ عقہ جو معرکہ عین التمر میں مارا گیا تھا اس کے انتقام کے جوش میں ربیعہ بن بجیر اپنی فوج کو لے کر ثنی اور بشر میں اترا اور حضرت خالدؓ نے مصیخ کے معرکہ کو سر کر کے قعقاع اور ابولیلی کو اپنے آگے روانہ کر دیا اور ایک رات مقرر کر کے طے کیا کہ ہم سب مصیخ کی طرح یہاں بھی تین مختلف سمتوں سے دشمن پر حملہ کریں گے۔ اس کے بعد حضرت خالدؓ مصیخ سے چل کر مختلف مقامات سے ہوتے ہوئے زمیل آئے۔ حضرت خالدؓ نے ثنی سے آغاز کیا۔ یہاں ان کے دونوں ساتھی بھی ان سے مل گئے۔ ان تینوں نے رات کے وقت تینوں اطراف سے ربیعہ کی فوج پر اور ان لوگوں پر جو بڑی شان سے لڑنے کے لیے جمع ہوئے تھے شب خون مارا اور تلواریں سونت کر ان کا ایسا صفایا کیا کہ کوئی بھاگ کر کہیں خبر بھی نہ دے سکا۔ ان کی عورتیں گرفتار کر لی گئیں۔ بیت المال کا خمس حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں بھیج دیا گیا اور باقی مال غنیمت مسلمان لشکر میں تقسیم کر دیا گیا۔ ہذیل جس نے جنگ مصیخ میں بھی شکست کھا کر جان بچائی تھی وہ حسب وعدہ ربیعہ بن بجیر کی فوج میں شامل ہوا۔ اب پھر اس نے بھاگ کر زمیل میں عتاب کے پاس پناہ لی۔ عتاب ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ بشر میں قیام پذیر تھا۔ اس سے پہلے کہ اس تک ربیعہ کے خاتمہ کی خبر پہنچتی حضرت خالدؓ نے اس پر بھی تین اطراف سے حملہ کر دیا۔ اس معرکہ میں بھی کثرت سے آدمی قتل ہوئے اور بے شمار مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ حضرت خالدؓ نے مال غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کر دیا اور خُمس حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں بھیج دیا۔ حضرت خالدؓ بشر کے قریب ایک مقام رضاب کی طرف مڑے۔ وہاں کا افسر ہلال بن عقہ تھا۔ اس کی فوج کو جب حضرت خالدؓ کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ اس سے الگ ہو گئی۔ مجبوراً ہلال وہاں سے بھاگ نکلا اور مسلمانوں نے بغیر کسی دِقّت کے رضاب کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔

(تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۳۲۷-۳۲۸، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

(معجم البلدان جلد ۳ صفحہ ۱۷۰، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

پھر

جنگ فراض

کے بارے میں آتا ہے۔ فراض بصرہ اور یمامہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔ یہاں شام، عراق اور جزیرے کے راستے آ کر ملتے ہیں۔ یہ معرکہ مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان ذی قعدہ بارہ ہجری میں فراض کے مقام پر ہوا۔ اسی نسبت سے یہ جنگ جنگ فراض کے نام سے مشہور ہوئی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ رضاب پر قبضہ کر کے فراض پہنچے۔ اس سفر میں حضرت خالدؓ کو بہت سی لڑائیاں پیش آئیں۔ یہاں حضرت خالدؓ رمضان کے روزے بھی نہ رکھ سکے۔ خالدؓ کے ان اچانک حملوں اور قبائل کے ان کے مقابل پہ عاجز رہنے کی خبریں عراق بھر میں پھیل چکی تھیں اور صحرا میں رہنے والے تمام قبائل خوفزدہ ہو چکے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کے آگے ہتھیار ڈالنے اور ان کی اطاعت قبول کرنے ہی میں اپنی عافیت سمجھی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اپنی فوجوں کے ہمراہ دریائے فرات کے ساتھ ساتھ شمالی علاقوں کی طرف پیش قدمی شروع کر دی اور وہ جہاں بھی پہنچے وہاں کے باشندے ان سے مصالحت کر لیتے اور ان کی اطاعت کرنے کا اقرار کرتے۔ آخر وہ فراض پہنچ گئے جہاں شام عراق اور الجزیرہ کی سرحدیں ملتی تھیں۔ فراض عراق اور شام کے انتہائی شمال میں واقع ہے۔ اگر عیاض بن غنم کی قسمت ساتھ دیتی اور وہ ابتدا ہی سے دومۃ الجندل فتح کر لیتے تو غالباً خالد یہاں تک نہ پہنچتے کیونکہ حضرت ابوبکرؓ کا منشا سارے عراق اور شام کو فتح کرنے کا نہ تھا۔ وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ ان دونوں ملکوں کی سرحدوں پر جو عرب سے ملتی ہیں امن و امان قائم ہو جائے اور ان اطراف سے ایرانی اور رومی عرب پر حملہ آور نہ ہو سکیں لیکن اللہ کو یہی منظور تھا کہ یہ دونوں مملکتیں مکمل طور پر مسلمانوں کے قبضہ میں آ جائیں اس لیے اس نے ایسے اسباب پیدا کر دیے کہ خالد عراقی قبائل کو مطیع کرنے کی غرض سے انتہائی شمال تک چلے گئے اور اس طرح مسلمانوں کے لیے بالائی جانب سے شام پر حملہ کرنے کا راستہ کھل گیا۔

ایرانی سرحدوں سے رومیوں پر حملہ کا رستہ کھل جانا ایک ایسا معجزہ تھا جس کا خیال حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی نہیں آ سکا

اور یہ کارنامہ ایسے شخص کے ہاتھوں رونما ہوا جس کی نظیر پیدا کرنے سے عرب اور عجم کی عورتیں واقعی عاجز رہیں جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا تھا۔ فراض میں خالد کو کامل ایک مہینے تک قیام کرنا پڑا۔ یہاں بھی انہوں نے ایسی جرأت اور عزم و استقلال کا مظاہرہ کیا کہ وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ وہ چاروں طرف سے دشمن میں گھرے ہوئے تھے۔ مشرقی جانب ایرانی تھے جو ان کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے۔ مغربی جانب رومی تھے جن کا یہ خیال تھا کہ اگر اس وقت خالد کی جمعیت کو تباہ و برباد نہ کیا تو پھر یہ سیلاب روکے نہ رکے گا۔ رومیوں اور مسلمانوں کے درمیان صرف دریائے فرات حائل تھا۔ ان کے علاوہ چاروں طرف بدوی قبائل آباد تھے جن کے بڑے بڑے سرداروں کو قتل کر کے خالد نے ان کے دلوں میں انتقام کی ایک نہ ختم ہونے والی آگ بھڑکا دی تھی۔ اس نازک صورتحال سے خالد لاعلم نہ تھے۔ اگر وہ چاہتے تو حِیرَہ واپس آ کر اپنی قوت و طاقت میں اضافہ کرتے ہوئے پھر رومیوں کے مقابلے کے لیے روانہ ہو سکتے تھے۔ انہوں نے ایسا نہ کیا کیونکہ دشمن کو سامنے دیکھ کر خالد کے لیے صبر کرنا ناممکن ہو جاتا تھا۔ طبیعت ایسی تھی ان کی۔ ان کی نظروں میں کیا ایرانی اور کیا اہل بادیہ سب قابل تسخیر تھے۔ ان کی عظیم الشان فوجوں کو وہ نہ پہلے کبھی خاطر میں لائے اور نہ آئندہ خاطر میں لانے کو تیار تھے، اس لیے وہ بڑے اطمینان سے لڑائی کی تیاریوں میں مشغول رہے۔ ادھر رومیوں کو ابھی تک خالد سے واسطہ نہ پڑا تھا اور وہ ان کے حملے کی شدت سے ناواقف تھے۔ جب اسلامی فوجیں فراض میں اکٹھی ہو گئیں اور برابر ایک مہینے تک ان کے سامنے ڈیرے ڈالے پڑی رہیں تو انہیں بہت جوش آیا اور انہوں نے اپنے قریب کی ایرانی چوکیوں سے مدد مانگی۔

ایرانیوں نے بڑی خوشی سے رومیوں کی مدد کی کیونکہ مسلمانوں نے انہیں ذلیل و رسوا کر دیا تھا اور ان کی شان و شوکت کو تہ و بالا کر کے ان کا غرور خاک میں ملا دیا تھا۔

ایرانیوں کے علاوہ تغلب، ایاد اور نمر کے عربی النسل قبائل نے بھی رومیوں کی پوری پوری مدد کی کیونکہ وہ اپنے رؤوسا اور سر برآوردہ اشخاص کے قتل کو بھولے نہیں تھے۔ چنانچہ رومیوں، ایرانیوں اور عربی النسل قبائل کا ایک بہت بڑا لشکر مسلمانوں سے لڑنے کے لیے روانہ ہوا۔ دریائے فرات پر پہنچ کر انہوں نے مسلمانوں کو کہلا بھیجا کہ تم دریا کو عبور کر کے ہماری طرف آؤ گے یا ہم دریا کو عبور کر کے تمہاری طرف آئیں۔ حضرت خالدؓ نے جواب دیا کہ تم ہی ہماری طرف آ جاؤ۔ تم لڑنے آئے ہو تو ادھر آ جاؤ۔ چنانچہ دشمن کا لشکر دریا عبور کر کے دوسری جانب اترنا شروع ہوا۔ اس دوران میں حضرت خالد بن ولیدؓ نے اپنے لشکر کی اچھی طرح اور باقاعدہ صفیں قائم کر کے انہیں دشمن سے لڑنے کے لیے پوری طرح تیار کر دیا۔ جب لڑائی شروع ہونے کا وقت آیا تو رومی لشکر کے سپہ سالار نے فوج کو حکم دیا کہ تمام قبائل علیحدہ علیحدہ ہو جائیں تا کہ معلوم ہو سکے کس گروہ نے زیادہ شاندار کارنامہ انجام دیا ہے چنانچہ ساری فوج اپنے سرداروں کے ساتھ علیحدہ علیحدہ ہو گئی۔ لڑائی شروع ہوئی تو حضرت خالد بن ولیدؓ نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ وہ چاروں طرف سے دشمن کو گھیر لیں اور انہیں ایک جگہ جمع کر دیں۔ اس طرح پے در پے حملے کریں کہ سنبھلنے کا موقع ہی نہ مل سکے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اسلامی دستوں نے رومی لشکر کو گھیر کر ایک جگہ جمع کر دیا اور ان پر پُرزور حملے شروع کر دیے۔ رومیوں اور ان کے حلیفوں کا خیال تھا کہ وہ قبائل کو علیحدہ علیحدہ مسلمانوں کے مقابلے میں بھیج کر لڑائی کو زیادہ طول دے سکیں گے اور جب مسلمان تھک کر چور ہو جائیں گے تو ان پر بھرپور حملہ کر کے انہیں مکمل طور پر شکست دے دیں گے لیکن

ان کا یہ خیال خام ثابت ہوا اور ان کی تدبیر خود ان پر الٹ پڑی۔

جب مسلمانوں نے انہیں ایک جگہ جمع کر کے ان پر حملے شروع کیے تو وہ ان کی تاب نہ لا سکے اور بہت

جلد شکست کھا کر میدان جنگ سے فرار ہونے لگے لیکن مسلمان انہیں کہاں چھوڑنے والے تھے، انہوں نے ان کا پیچھا کیا اور دور تک انہیں قتل کرتے چلے گئے۔ تمام مؤرخین اس امر پر متفق ہیں کہ اس معرکہ میں میدانِ جنگ اور بعد ازاں تعاقب میں دشمن کے ایک لاکھ آدمی کام آئے۔ فتح کے بعد حضرت خالدؓ نے فراض میں دس دن قیام کیا اور پچیس ذی قعدہ بارہ ہجری کو انہوں نے اپنی فوج کو واپس حِیْرَہ کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔

(حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 312 تا 315، بک کارنر شوروم جہلم)

(تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۳۲۸ دارالکتب العلمیة بیروت)

(معجم البلدان جلد ۴ صفحہ ۲۷۶)

ایک مصنف اس جنگ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ مسلمانوں نے حضرت ابو بکرؓ کے عہدِ خلافت میں پہلی مرتبہ روم و ایران کی دونوں سپر طاقتوں اور ان کے ہمنوا عرب فوجوں کا مقابلہ کیا۔ اس کے باوجود مسلمانوں کو زبردست فتح حاصل ہوئی اور بلا شبہ یہ معرکہ تاریخی اور فیصلہ کن معرکوں میں سے رہا۔ اگرچہ اس کو وہ شہرت حاصل نہ ہوئی جو دیگر بڑے معرکوں کو حاصل ہوئی لیکن بہرحال اس سے کفار کی اندرونی قوت ختم ہو گئی خواہ وہ ایران سے تعلق رکھتے ہوں یا روم سے یا عرب اور عراق سے۔ عراق میں خالد سیف اللہ نے جو معرکے سر کیے یہ اس کی آخری کڑی تھی۔ اس معرکہ کے بعد ایرانیوں کی شان و شوکت خاک میں مل گئی۔ پھر اس کے بعد ان کو ایسی جنگی قوت حاصل نہ ہو سکی جس سے مسلمان خوفزدہ ہوں۔

(سیدنا ابو بکر صدیق شخصیت و کارنامے از صلابی صفحہ 423)

ایک مؤرخ نے

جنگ فراض کی اہمیت

کو کچھ یوں بیان کیا ہے کہ اُلیس میں مسلمانوں کی فتح کے بعد ایرانی لشکر کی کمر ٹوٹ گئی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے پیش قدمی جاری رکھی اور بالترتیب امغیشیا، حیرہ، انبار، عین التمر اور دومۃ الجندل کو فتح کر لیا اور بالآخر فراض کے مقام تک جا پہنچے۔ فراض دریائے فرات پر واقع ایک شہر تھا جو کہ سلطنتِ روم کی سرحد سے بہت نزدیک تھا۔ یہاں رومیوں، ایرانیوں اور عیسائی قبائل کا متحدہ لشکر مسلمانوں سے نبرد آزما ہوا لیکن حضرت خالد بن ولیدؓ نے کفار کی اس بھاری جمعیت کو بھی شکست فاش دی۔ فاتح عراق سیدنا خالد بن ولیدؓ نے عراق کو ایک سال دو ماہ میں فتح کر لیا۔ ان کے ساتھ کل دس ہزار فوجی تھے اور تقریباً اتنے ہی فوجی دیگر اسلامی سپہ سالاروں کے ساتھ تھے۔ اتنی قلیل فوج نے اس مدت میں جو شاندار کارنامے سرانجام دیے وہ تاریخ میں بے مثال ہیں۔ حضرت خالد بن ولیدؓ ہر معرکہ میں شامل ہوئے، انہیں کسی موقع پر بھی شکست کا منہ نہ دیکھنا پڑا۔ دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپؓ کو سیف اللہ یعنی اللہ کی تلوار کا خطاب ملا تھا اور آپؓ نے اس خطاب کا حق ادا کر دیا۔ پھر آپؓ نے جو علاقے فتح کیے ان میں اتنا عمدہ بندوبست کیا کہ لوگ ایرانی حکومت کے مقابلے میں عرب حکومت کو پسند کرنے لگے۔ بہرحال عراق کی آخری فتح فراض مقام کی فتح تھی۔ حضرت خالدؓ دس روز تک فراض میں قیام پذیر رہے۔ پھر نصف لشکر لے کر شام کے محاذ پر روانہ ہو گئے۔

عراق کی فتح پر ایک نظر

ڈالتے ہیں۔ اس بارے میں لکھا ہے کہ عراق پر چڑھائی بہت بڑی کامیابی کی علامت تھی۔ وہاں مسلمانوں نے فارسی افواج کو جو ان سے تعداد اور سامان حرب میں کہیں زیادہ طاقتور تھیں پے در پے تباہ کن شکستیں دیں۔ یاد رہے کہ فارسی لشکر اپنے وقت کا سب سے مہلک جنگی لشکر تھا۔ عہد صدیقی کا یہ ایک ایسا عظیم الشان کارنامہ ہے جس کی مثال تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اس میں شک نہیں کہ عسکری میدان میں تمام تر کامیابی خالد بن ولیدؓ اور ان کے رفقاء و سپہ سالاروں کی مرہون منت ہے مگر اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان فتوحات اور کامیابیوں کو حضرت ابو بکرؓ جیسی عظیم شخصیت کی سرپرستی حاصل تھی۔ تاریخ گواہ ہے کہ

کسی فوج کا کوئی بڑے سے بڑا باصلاحیت سپہ سالار ایسے تیقن اور یکسوئی اور وفاداری اور خلوص کا مظاہرہ نہیں کر سکتا جب تک اسے سربراہ مملکت کی ذاتی خوبیوں اور اعلیٰ کردار نے متاثر نہ کیا ہو۔

منکرین اور ارتداد اور بغاوت کی جنگوں سے لے کر فتح عراق کے تمام مراحل کے دوران جس ذاتی نمونے، حسن انتظام اور استقلال کا مظاہرہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے پیش کیا اس نے امت مسلمہ کے دلوں کو بڑی سے بڑی قربانی کے لیے گرمائے رکھا۔ جہاں ان کے تمام احکامات اور ہدایات جامعیت اور فہم و فراست سے لبریز تھے وہاں ان کا ذاتی کردار ان سے کہیں زیادہ ممتاز تھا۔ کوئی راہنما استقلال اور اولوالعزمی کا اس سے بڑھ کر ثبوت کیا پیش کر سکتا ہے کہ ابتدا سے انتہا تک کوئی ایسا موقع نظر نہیں آیا جہاں انہوں نے اپنے جاری کردہ احکام اور ضوابط کو ذاتی وقار یا کسی شخصی دباؤ کے سامنے جھک کر تبدیل کیا ہو۔ یہی نہیں بلکہ باصلاحیت ماتحتوں کی کارگزاری کے لیے اعلیٰ معیار کو قائم رکھنے کے لیے اور ایثار و قربانی کے جذبے کو فزوں تر کرنے کے لیے جس حسن ظن اور اعتماد کا نمونہ حضرت ابو بکرؓ نے پیش کیا اس کی مثال ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔ کیا کوئی ماتحت ایسے راہنما کے احکام کو عملی جامہ پہنانے میں کوئی کسر اٹھا رکھے گا جو بذات خود اپنے راہنما کے ارشادات و فرمودات اور اقدار کی خاطر انتہائی وفاداری اور بے دریغ قربانی پیش کرنے کا زندہ نمونہ ہو جیسا کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود تھے۔ سیدنا حضرت خالدؓ کی عسکری قابلیت بجا طور پر ان کو دنیا کے عظیم سپہ سالاروں کی صف میں لا کر کھڑا کر دیتی ہے

اپنے مخالفین کے مقابلے میں جن حکمت حرب کے اصولوں کو سیدنا خالدؓ نے اپنایا بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہو گا کہ سیدنا خالدؓ نے جن اصولوں کو مرتب کیا وہ عسکری تاریخ کے درخشندہ باب ہیں۔

سیدنا خالد کی ہمت طلب منصوبوں کو کامیاب بنانے کے لیے مسلمانوں کی جنگی صلاحیت اور ان کی فوج کی مسلسل حرکت ان کے سب سے اہم وسیلے تھے۔ ان دونوں چیزوں سے سیدنا خالد نے قوت برداشت کی آخری حد تک استفادہ کیا اور یہ صرف اس لیے ممکن تھا کہ انہوں نے اپنے سپاہ کو کبھی ایسی مشکل میں نہیں ڈالا جس کو انہوں نے خود نہ جھیلا ہو۔ جہاں خلیفہ اول کو تاریخ اسلام میں ایک ممتاز ترین مقام حاصل ہے وہاں پر سیدنا خالدؓ بھی ان نامور سپہ سالاروں میں سے سب سے پہلے تھے جو بیرونی علاقوں کو فتح کرنے اور دنیا کے سیاسی و مذہبی نقشے کو نئی شکل دینے میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دست راست تھے۔ جس طرح ہر مسلمان حضرت ابو بکر صدیقؓ کی سیاسی و روحانی راہنمائی میں اور سیدنا خالدؓ کی عسکری قیادت کے ذریعہ عراق کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک تند طوفان کی طرح چھا گئے اب وہ اسی طرح ایک دوسری سلطنت پر دھاوا کرنے والے تھے اور وہ مشرقی روما تھا۔

(سیرت سیدنا صدیق اکبرؓ از ابو النصر مترجم صفحہ 679-681)

بہرحال یہ کچھ تھوڑا سا حصہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانے کا ہے۔ بقایا ان شاء اللہ آئندہ پیش ہو گا۔ جیسا کہ میں نے کہا تھا کچھ وقت زائد لگے گا۔ یہ جنگوں کا سلسلہ ختم ہوا۔

اگلے جمعہ ان شاء اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ برطانیہ کا جلسہ سالانہ بھی شروع ہو رہا ہے۔ دعا کریں اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے اس جلسہ کو بابرکت فرمائے۔

شامل ہونے والے جو آ رہے ہیں وہ بھی، ان کا سفر بھی خیریت سے ہو۔ خیریت سے آئیں شامل ہونے کے لیے۔ جو ڈیوٹی دینے والے ہیں ان کے لیے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فرائض صحیح طرح ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور کیونکہ دو سال بلکہ تین سال کے وقفہ کے بعد بڑا جلسہ ہو رہا ہے، پچھلے سال ہوا تھا لیکن چھوٹے پیمانے پر، تو مکمل طور پر بڑا جلسہ اب ہو رہا ہے اس لیے بعض دقتیں بھی ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ جو بھی انتظامی دقتیں ہیں یا جو بھی دقتیں کسی بھی صورت میں پیدا ہو سکتی ہیں ان کو دور فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل 19/ اگست 2022ء صفحہ 5 تا 11)

مترجم: ابو سلطان

ڈائری عابد خان سے ایک ورق

اے چھاؤں چھاؤں شخص تیری عمر ہو دراز

23 مئی 2015ء کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور آپ کا قافلہ اٹھارہ روزہ دورہ کے لئے جرمنی روانہ ہوئے جہاں حضور انور نے جلسہ سالانہ جرمنی میں شمولیت اختیار فرما کر اس کو اعزاز بخشا۔

ایک جذباتی ملاقات

میں ایک نوجوان احمدی فیملی سے ملاقات کو بھلا نہیں سکتا جن کی ابھی ابھی حضور انور سے ملاقات ہوئی تھی۔ ان کے شوہر کا نام مکرم مبشر احمد صاحب تھا اور وہ میرے ہم عمر تھے۔ انہوں نے اور ان کی اہلیہ مکرمہ عدیلہ قمر صاحبہ نے زندگی میں پہلی بار حضور انور سے شرف ملاقات حاصل کیا تھا۔ مکرمہ عدیلہ قمر صاحبہ نے حضور انور سے اپنی ملاقات کے بارے میں بتایا کہ:

’’میں نے ساری زندگی اس لمحے کے لئے انتظار کیا ہے اور جب میں بالآخر حضور انور کے پاس موجود تھی، تو مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے میں جنت میں داخل ہوگئی ہوں جہاں نہایت شیریں اور شفاف بارش برس رہی ہو۔‘‘

اس موقع پر مکرمہ عدیلہ قمر صاحبہ رونے لگیں اور اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ پا رہی تھیں۔ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے تو میں نے ان کے سنبھلنے تک انتظار کیا، چند لمحات کے بعد وہ کہنے لگیں۔

’’اپنی زندگی میں، میں نے بہت سی مشکلات کا سامنا کیا ہے لیکن ہر مرتبہ جب میں نے حضور انور کو دعا کے لئے لکھا ہے تو ہمیشہ میرا مسئلہ کسی نہ کسی طرح غائب ہوگیا اور رفع ہوگیا۔ ہر دفعہ ایسا لگتا تھا جیسے کوئی معجزہ رونما ہوا ہے۔ میں خلافت (احمدیہ) کے سچے ہونے کی گواہ ہوں کیونکہ میں نے حضور انور کی دعاؤں کی قبولیت کو دیکھا ہے۔‘‘

بعد ازاں ان کے شوہر مکرم مبشر احمد صاحب نے اپنے تجربات بتائے۔ وہ بھی بہت جذباتی انداز میں گفتگو کرنے لگے اور کہا کہ ’’آج کے دن اللہ تعالیٰ نے جو پھل مجھے عطا فرمایا ہے وہ کسی بھی انسان کو عطا ہونے والا نہایت شیریں اور خوش ذائقہ پھل ہے۔ حضور انور کی صحبت میں جو وقت گزرا وہ چند لمحات ایسے تھے جیسے میری زندگی کا مقصد پورا ہوگیا ہو۔ میرے بچے ہمیشہ خلافت کے سائے میں محفوظ رہیں گے ان چند لمحات کی برکت سے جو ہم نے پیارے آقا کی شفقتوں میں بسر کئے۔‘‘

مکرم مبشر صاحب نے مزید کہا کہ ’’حضور انور سے ملنے کے بعد مجھے کسی مادی یا دنیاوی چیز کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ ہر دوسری چیز کس قدر بے وقعت نظر آتی ہے۔ میری یہی دعا ہے کہ میرے محبوب آقا پاکستان تشریف لائیں تا کہ جو غریب اور ناخواندہ لوگ ہیں وہ بھی اپنے روحانی سربراہ سے ملاقات کا شرف پا کر ان کی دعائیں سمیٹ سکیں۔‘‘

بعد ازاں مکرم مبشر احمد صاحب نے مجھے اپنا تعارف کروایا۔ انہوں نے بتایا کہ بارہ سال سے وہ ایک رضا کار کی حیثیت سے ربوہ کے ایک جماعتی دفتر میں خدمت بجا لا رہے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ان کے بعض فیملی ممبرز نے (بطور رضا کار خدمت کرنے پر) ان سے ناراضگی کا اظہار کیا کیونکہ ان کا خیال تھا کہ انہیں گھر میں کچھ کما کر لانا چاہیئے۔ انہوں نے میرے والد صاحب کو بھی مشورہ دیا کہ اس کا خرچہ اٹھانا بند کر دیں تا کہ اس کو سبق حاصل ہو۔ اس مشکل دور کا تذکرہ کرتے ہوئے مکرم مبشر صاحب نے مزید بتایا کہ ’’اس طرح متعدد دباؤ برداشت کرنے کے باوجود میں نے بطور رضا کار دفتر جانا نہیں چھوڑا اور آج میں نے اپنے خلیفہ کے ساتھ جو چند لمحات گزارے ہیں وہ میری اس تنگی کے وقت کے صبر کا بہترین اجر ثابت ہوئے ہیں۔ جب میں حضور انور کے سامنے بیٹھا تھا تو ان مشکل دنوں کی یاد میرے ذہن میں گھوم رہی تھی اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح مجھے اجر دیا اور نوازا ہے۔‘‘

کچھ مزید گفتگو کے بعد مکرم مبشر صاحب اور ان کی فیملی چلے گئے۔

احمدیت قبول کرنے کی برکات

ایک اور نہایت جذباتی ملاقات کا موقع مجھے ایک ایسی فیملی کے ساتھ ملا جو حال ہی میں پاکستان سے جرمنی شفٹ ہوئے تھے۔ ان کے والد کا نام مکرم سید وقار حسین صاحب (بعمر 47 سال) اور والدہ کا نام مکرمہ فوزیہ ناہید تھا۔ ان کی جڑواں بیٹیاں ہیں جن کی عمر 18 سال ہے اور ایک اور بیٹی بھی ہے جس کی عمر تیرہ سال سے زائد ہے۔ وہ پیدائشی احمدی نہ تھے لیکن نو سال قبل انہوں نے احمدیت قبول کی تھی۔

سب سے پہلے فوزیہ ناہید صاحبہ (والدہ) نے اپنے جذبات کا اظہار یوں کیا کہ ’’ہم نے اپنا سارا دنیاوی مال و متاع پاکستان میں چھوڑ دیا ہے اور ہم یہاں جرمنی شفٹ ہو گئے ہیں صرف اس لئے کہ ہم حضور انور کی قربت میں رہ سکیں۔ آپ ہمارا سب کچھ ہیں۔‘‘

انہوں نے مجھے بتایا کہ کہ بیعت کرنے کے بعد انہیں اور ان کی فیملی کو اپنے فیملی ممبرز کی طرف سے شدید مخالفت کا سامنا ہوا لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر طرح سے اور کئی طریقوں سے ان کی مدد فرمائی۔ انہوں نے بتایا کہ ان کی فیملی میں سے ان کی والدہ نے آخری وقت میں احمدیت قبول کر لی تھی۔ تاہم جب ان کی والدہ بیمار ہوئیں تو وہ سخت پریشان تھیں کہ وہ اپنے جنازے کے اخراجات اور نماز جنازہ کا انتظام کیسے کریں گی کیونکہ ان کے غیر احمدی فیملی ممبرز نے صاف بتا دیا تھا کہ کسی طرح سے بھی ان کی کوئی مدد نہیں کریں گے۔ پھر انہوں نے اپنی ایک خواب سنائی جو انہوں نے اس وقت دیکھی تھی۔ مکرمہ فوزیہ صاحبہ نے بتایا کہ:

’’اس غم اور پریشانی کے عالم میں میں نے ایک خواب دیکھی جس میں حضور انور کا دیدار نصیب ہوا اور نہایت شفقت سے حضور انور نے فرمایا: ’’بالکل پریشان نہ ہوں، ہم سب انتظام کر دیں گے‘‘۔ انہوں نے مزید بتایا کہ ’’اس خواب کے تین دن بعد میری والدہ کی وفات ہو گئی اور فوری طور ر جماعت نے خود ہم سے رابطہ کیا اور جو پہلی بات جماعت کے نمائندہ نے کہی وہ یہ تھی کہ ’’بالکل پریشان نہ ہو، ہم سب انتظام کر دیں گے‘‘۔ پھر جماعت نے اپنے نمائندہ کو ہمارے گاؤں بھجوایا اور میری والدہ کی میت کو اپنی تحویل میں لے کر تدفین کے جملہ انتظامات خود کروائے۔ میں کبھی بھلا نہیں سکتی کہ میری خواب کس طرح حرف بہ حرف پوری ہوئی۔‘‘

ان جڑواں بیٹیوں نے مجھے بتایا کہ وہ کچھ بیان کرنا چاہتی ہیں اور یہ بھی کہ اگر میں ان کا پیغام حضور انور کی خدمت میں پہنچا سکوں۔ میں نے عرض کی کہ میں کوشش کروں گا۔ ان شاء اللہ

پھر یوں ہوا کہ جیسا کہ جڑواں بہنوں کے لئے عین ممکن ہے کہ انہوں نے اکٹھے بولنا شروع کیا اور بے ساختہ ایک دوسرے کے فقرے مکمل کرتی چلی گئیں۔ حضور انور کے لئے ان کا پیغام یہ تھا کہ۔

’’پیارے آقا، ہمارے جملہ عزیز و اقارب نے ہمیں چھوڑ دیا ہے اس لئے ہم فکرمند ہیں کہ آیا ہمیں مناسب رشتے ملیں گے یا نہیں۔ اس لئے آپ سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اچھے شوہروں سے نوازے۔ حضور انور سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے خاندان کے افراد کو احمدیت کی سچائی کی طرف ہدایت دے کیونکہ ہم بہت افسردہ ہیں کہ ہمارے اپنے ہدایت کے راستے پر نہیں ہیں اور یہ کہ وہ حق کو مستقل جھٹلا رہے ہیں۔‘‘

عام طور پر میں اپنے جذبات پر قابو رکھتا ہوں مگر اس موقع پر اس خاندان کی مشکلات اور مصائب کے باوجود احمدیت کے لئے ان کی ایمان کی استقامت کی داستان سن کر میرا اپنے جذبات پر قابو رکھنا ناممکن ہوگیا۔ میری آنکھوں سے آنسو رواں تھے جو میں نے اس خیال سے تیزی سے پونچھے، کہ وہ دیکھ نہ لیں۔

جامعہ احمدیہ کے ایک استاد اور ان کی فیملی سے ملاقات

ایک دن میری ملاقات ایک نوجوان مبلغ مکرم فاتح احمد ناصر صاحب (بعمر 33 سال) سے ہوئی جو 2011ء میں پاکستان سے جرمنی آئے تھے اور جامعہ احمدیہ جرمنی میں بطور استاد خدمت بجا لا رہے تھے۔

مکرم فاتح صاحب نے مجھے بتایا کہ کس طرح حضور انور کو دیکھ کر انہیں بطور مبلغ اپنی بہترین صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کی ترغیب ہوئی۔ انہوں نے بتایا ’’جب میں حضور انور کو دیکھتا ہوں اور دورہ پر آپ کے کاموں کی بہتات کو بھی تو میں حیران رہ جاتا ہوں کہ کس طرح آپ کا ایک ایک لمحہ جماعت کی خدمت میں صرف ہوتا ہے۔ یہ میرے لئے ایک نمونہ ہے اور مجھے مزید محنت کرنے پر ابھارتا ہے۔ ہم کس قدر خوش قسمت ہیں کہ ہمیں راہنمائی کے حصول کے لئے خلافت کی نعمت مہیا ہے۔‘‘

گزشتہ چند سالوں میں جامعہ احمدیہ جرمنی کے چند طلباء موقع میسر آنے پر سفر کر کے لندن گئے تا کہ حضور انور سے شرف ملاقات حاصل کریں۔ ان دورہ جات کی بابت مکرم فاتح صاحب نے بتایا کہ ’’میں نے خود دیکھا ہے کہ جامعہ کے ایسے طلباء جو لندن (ملاقات کی غرض سے) جاتے ہیں، حضور انور سے ملاقات کی برکت سے بالکل بدلے ہوئے واپس آتے ہیں۔ وہ پڑھائی میں پہلے سے زیادہ سنجیدہ ہوتے ہیں اور آپ دیکھ سکتے ہیں کہ ان کی نماز میں توجہ پہلے سے بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ یہ سب حضرت خلیفۃ المسیح کی توجہ اور برکت سے ہے۔‘‘

ان کی اہلیہ محترمہ مبشرہ نصرت نے حضور انور سے اپنی پہلی ملاقات کے بارے میں میرے ساتھ گفتگو کی۔ انہوں نے بتایا کہ:

’’اس (ملاقات کے حال) کو بیان کرنا مشکل ہے لیکن جب آپ حضور انور کو دیکھتے ہیں تو آپ کو ایسا لگتا ہے کہ آپ ایسے عالم طمانیت میں ہیں کہ جہاں آپ کو اپنی کمزوریاں پرکھنے اور انہیں درست کرنے کا بھی موقع مل جاتا ہے۔ ہمیں صرف حضور انور کی دعاؤں کی ضرورت ہے خاص طور پر مجھے آپ سے دعا کی درخواست کرنی ہے کہ میرے بچے تقویٰ اور اخلاص میں ہمیشہ بڑھتے رہیں۔‘‘

بوقتِ رخصت مکرم فاتح احمد صاحب نے مجھے پوچھا کہ اگر میں ان کی ایک خواہش پوری کرسکوں۔ انہوں نے کہا کہ مجھے جب بھی موقع ملے میں حضور انور سے ان کے لئے دعا کی درخواست کروں کہ انہیں اپنے وقف کو زندگی بھر نبھانے کی توفیق ملے اور ہمیشہ خلافت کے مطیع اور فرمانبردار رہیں۔

(حضور انور کا دورہ جرمنی مئی-جون 2015 اردو ترجمہ از ڈائری مکرم عابد خان)

ابن ایف آر بسمل

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا عظیم الشان الہام
''میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا''
(تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ 312)

زمین کے کنارے

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں زمین کے کناروں کا ذکر فرمایا ہے۔

''اے جماعت جن و انس! اگر تم میں طاقت ہے تو آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل سکو تو نکل بھاگو نکل ہی نہیں سکو گے مگر پروانگی کے ساتھ''

(الرحمٰن:34)

حضرت خلیفة المسیح الاولؓ فرماتے ہیں ''یہ اسلامی سلطنت کے متعلق بڑی پیشگوئی ہے کہ وہ اس قدر پھیلے گی کہ کفار عرب امیر ہوں یا غریب، جن ہوں یا انسان اس سے باہر بھاگ نہ سکیں گے۔''

(بحوالہ قرآن مجید مع ترجمہ و تشریح مرتبہ حضرت مولانا میر محمد سعید صاحب از درس قرآن حضرت حکیم مولوی نور الدین خلیفة المسیح الاول صفحہ 1132)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ، خلفاء راشدین، اور صلحاء اور مبلغین کے ذریعے پہلے تین سو سالوں میں اسلام کی تبلیغ اور قرآن کریم کی اشاعت معلوم دنیا کے کناروں تک ہو گئی تھی لیکن امریکہ اور بعض اور ممالک اور جزائر ابھی دریافت نہیں ہوئے تھے۔

تین سو سال کے بعد ایک ہزار سال کا زمانہ فیج اعوج کا زمانہ ہے جس میں اسلام زوال پذیر ہو گیا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب اور ظل کامل مسیح موعود اور مہدی معہود کو مبعوث فرمایا اور نامساعد حالات میں آپ کو بشارت دی۔

''میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا''

زمین کے کناروں کو کئی زاویوں سے بیان کیا جا سکتا ہے اس وقت جغرافیائی لحاظ سے زمین کے کنارے اس طرح بیان کئے گئے ہیں

The four corners of the earth refer to the Americas(the west),Europe(the North),Asia (the East),and Africa(the South)

زمین کے چار کناروں سے مراد

مغرب میں شمالی امریکہ، وسطی امریکہ اور جنوبی امریکہ، شمال میں یورپ، مشرق میں ایشیاء اور جنوب میں افریقہ۔

اس کے علاوہ کئی اور لحاظ سے بھی زمین کے کناروں کو define کیا گیا ہے مثلاً کائناتی cosmological اور افسانوی mythological لحاظ سے، انڈین روایات اور mesopotamian cosmology چار دریاؤں کے چار سمت میں بہنے کے لحاظ سے تقسیم ہے دنیا کے کناروں کو کسی بھی لحاظ سے شمار کریں یہ پیشگوئی بڑی وضاحت سے پوری ہو چکی ہے اور پوری ہو رہی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں۔

''خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیاء ان کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔''

(رسالہ الوصیت صفحہ 6-7)

اس مضمون کی وسعت میں جائے بغیر چند معین مثالیں پیش خدمت ہیں کہ کس شان سے یہ الہام ''میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا'' پورا ہوا اور پورا ہوتا چلا جا رہا ہے۔

زمانہ حضرت مسیح موعودؑ

1۔حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب شہیدؓ

حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت قادیان میں ہوئی جو برٹش پنجاب انڈیا کا ضلع گورداسپور کا ایک غیر معروف قصبہ تھا ہندوستان کی سرحد کا ایک کنارہ کابل افغانستان تھا اس کنارے تک آپ کی تبلیغ پہنچی وہاں سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور اس نے اپنی جان کی قربانی دے کر اس الہام اور قرآن کریم کی ایک پیشگوئی کو پورا کیا۔

حضرت سید الشہداء سید عبداللطیفؓ کا تفصیلی ذکر حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب ''تذکرۃ الشہادتین'' میں فرمایا ہے جب ان تک حضورؑ کا دعویٰ پہنچا تو انہوں نے تصدیق کی قادیان آ پہنچے اور واپسی پر اپنے ملک کے ظالم حکمران کے ذریعے سنگسار کر دئے گئے ان کا اجمالی طور پر قرآن کریم میں بھی ذکر ہے۔

وَجَآءَ مِنۡ اَقۡصَا الۡمَدِیۡنَۃِ رَجُلٌ یَّسۡعٰی قَالَ یٰقَوۡمِ اتَّبِعُوا الۡمُرۡسَلِیۡنَ ﴿۲۱﴾

(یٰسٓ:21)

اور شہر کے دور کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اس نے کہا اے میری قوم! مرسلین کی اطاعت کرو۔

حضرت خلیفة المسیح الاولؓ نے اس زمانے میں اس سے مراد حضرت سید عبداللطیف کو لیا ہے جیسا کہ فرمایا۔

اَقۡصَا الۡمَدِیۡنَۃِ... اور مسیح موعود کی طرف اطراف خوست کابل سے صاحبزادہ عبد اللطیف شہید۔

(قرآن مجید مع ترجمہ و تشریح مرتبہ حضرت مولانا میر محمد سعید صاحب از درس قرآن حضرت حکیم مولوی نور الدین خلیفة المسیح الاول صفحہ 929 حاشیہ)

2۔ ڈاکٹر جان الیگزنڈر ڈوئی

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی حیات طیبہ میں کتب، اشتہارات، چیلنجز، نشانات کے ذریعے ساری دنیا میں تبلیغ کے لئے انتہائی جد و جہد کی اللہ تعالیٰ نے آپ کی تبلیغ کو دنیا کے مغربی کنارے۔ امریکہ میں الگزنڈر ڈوئی کی موت کے ذریعے سے پورا کیا جس کا امریکہ کی اخباروں میں بھی چرچا ہوا۔ فرمایا۔

''ایک شخص ڈوئی نامی امریکہ کا رہنے والا تھا اس نے پیغمبری کا دعوی کیا تھا اور اسلام کا سخت دشمن تھا اس کا خیال تھا کہ میں اسلام کی بیخ کنی کروں گا حضرت عیسٰی کو خدا مانتا تھا میں نے اس کی طرف لکھا کہ میرے ساتھ مباہلہ کرے اور ساتھ اس کے یہ بھی لکھا کہ اگر مباہلہ نہیں کرے گا تب بھی خدا اس کو تباہ کر دے گا چنانچہ یہ پیشگوئی امریکہ کے کئی اخباروں میں شائع کی گئی اور اپنے انگریزی رسالہ میں بھی شائع کی گئی آخر اس پیشگوئی کا نتیجہ یہ ہوا کہ کئی لاکھ روپیہ ملکیت سے اس کو جواب مل گیا اور بڑی ذلت پیش آئی اور آپ مرض فالج میں گرفتار ہو گیا..''

(حقیقة الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 226)

9 مارچ 1907ء لندن کی تار میں خبر آئی ہے جو سول اخبار میں شائع ہوگئی ہے کہ ڈوئی جس نے امریکہ میں پیغمبری کا دعویٰ کیا تھا اور جس کی نسبت میں نے پیشگوئی کی تھی کہ وہ اپنے دعوے میں کاذب ہے خدا اس کو نہیں چھوڑے گا وہ مفلوج ہو کر مر گیا فَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ بڑا نشان ظاہر ہو گیا''

(حقیقة الوحی، روحانی خزائن جلد 22صفحہ 492)

زمانہ حضرت خلیفة المسیح الاولؓ

لندن مشن کا قیام

جغرافیائی تقسیم کے مطابق یورپ زمین کا شمالی کنارہ شمار ہوتا ہے جہاں حضرت خلیفة المسیح الاولؓ کے دور خلافت میں مشن قائم ہوا اس سلسلے میں حضرت مسیح موعودؑ کا ایک دلچسپ رؤیا بھی ہے۔

فرمایا ''میں نے دیکھا کہ میں شہر لنڈن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں بعد اس کے میں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے رنگ سفید تھے اور شاید تیتر کے جسم کے موافق ان کا جسم ہو گا۔

سو میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ اگرچہ میں نہیں میری تحریریں ان لوگوں میں پھیلیں گی اور بہت سے راستباز انگریز صداقت کا شکار ہو جائیں گے''

(تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ 183)

حضرت مصلح موعودؓ کا زمانہ

حضرت خلیفة المسیح الثانیؓ پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق تھے پیشگوئی مصلح موعود میں کہا گیا تھا ''..اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا''

(تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ 41)

گویا ''میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا'' کی بشارت کا پورا ہونا حضرت مصلح موعودؓ کی ذات سے خاص طور پر وابستہ تھا چنانچہ آپ کے دور خلافت میں دنیا کے کناروں تک کثرت سے مبلغین بھجوائے گئے اور مشن ہاؤس قائم کئے گئے آپ نے دیباچہ تفسیر القرآن میں تحریر فرمایا۔ ''وہ خدا جس نے احمد علیہ السلام مسیح موعود مہدی معہود کو بتایا تھا کہ وہ ان کی ذریت سے 1884ء سے لے کر نو سال کے اندر ایک لڑکا پیدا کرے گا جو خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے جلد ترقی کرے گا اور دنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا اور اسلام کو دنیا میں پھیلا کر اسیروں کی رستگاری اور مردوں کے احیاء کا موجب ہوگا اس کی بات پوری ہوئی اور اس کا کلمہ اونچا رہا ہر روز جو طلوع ہوتا تھا وہ میری کامیابی کے سامانوں کو ساتھ لاتا ہے ہر روز جو غروب ہوتا ہے وہ میرے دشمنوں کے تنزل کے اسباب چھوڑ جاتا ہے یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو میرے ذریعہ سے دنیا بھر میں پھیلا دیا اور قدم قدم پر خدا تعالیٰ نے میری رہنمائی کی اور بیسیوں موقعوں پر اپنے تازہ کلام سے مجھے مشرف فرمایا یہاں تک کہ ایک دن اس نے مجھ پر ظاہر کر دیا کہ میں ہی وہ موعود فرزند ہوں جس کی خبر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے 1884ء میں میری پیدائش سے پانچ سال پہلے دی تھی اس وقت سے خدا تعالیٰ کی نصرت اور مدد اور بھی زیادہ زور پکڑ گئی اور آج دنیا کے ہر براعظم پر احمدی مشنری اسلام کی لڑائیاں لڑ رہے ہیں''

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ 323 - 324)

آپ ہی کے دور خلافت میں دنیا کا وہ واحد علاقہ جو انٹرنیشنل ڈیٹ لائن پر واقع ہے اور جہاں ہر روز دنیا میں سب سے پہلے سورج طلوع ہوتا ہے (یعنی جزائر فجی) میں مشن قائم ہوا اور آج ان جزائر میں دس مسجدیں بن چکی ہیں۔

اسی طرح ناروے کے شہر ٹون کے شمال کا مقام End of the world کہلاتا ہے اس مقام پر نارویجین سمندر دنیا کے 20 فیصد حصے کے مالک بحر اوقیانوس سے ملتا ہے اور خشکی کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے سکنڈے نیوین ممالک جن میں ناروے، سویڈن اور ڈنمارک شامل ہیں وہاں مشن آپ کے دور خلافت میں کھولا گیا اور اس طرح دنیا کے آخری کنارے تک خدا تعالیٰ نے تبلیغ کو پہنچا دیا۔

زمانہ خلافت ثالثہ

اب یہاں ایک دو خلافت ثالثہ کی مثالیں پیش کر کے یہ عاجز اپنی معروضات ختم کرتا ہے۔

انسانی آبادی کے آخری کنارہ تک قرآن کریم کی اشاعت

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے دورہ مغرب 1400ھ (1980ء) کے دوران فرمایا۔

''خدا تعالیٰ کے فضل سے کیلگری میں ایک بہت ہی مخلص وفدائی اور مستعد جماعت قائم ہے اس جماعت نے.. قرآن مجید کی اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے اور نہ صرف اس حصہ کینیڈا کے آباد علاقے میں بلکہ انتہائی شمال کے غیر آباد برفانی علاقوں میں جہاں صرف اطلاعاتی چوکیوں کا عملہ رہتا ہے یا خال خال اسکیموز کی بستیاں ہیں قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ کے نسخے تقسیم کر کے اور اطلاعاتی مرکزوں کی لائبریریوں میں انہیں رکھوا کر قطب شمالی کی سمت میں آخری انسانی آبادی تک قرآنی پیغام کی اشاعت کا کارنامہ سرانجام دینے کی توفیق پائی ہے''

(دورہ مغرب 1400ھ صفحہ 452)

انٹر فیتھ کانفرنس یلو نائف Yellow Knife

اللہ تعالیٰ کے فضل سے راقم الحروف کو بھی انہی علاقوں میں یلو نائف کی ایک انٹر فیتھ کانفرنس میں نومبر 2012ء میں شرکت کا موقع ملا اور تلاوت کرنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی جہاں اس وقت خاکسار اپنی بڑی بیٹی عائشہ نصرت اور داماد انجینئر مظفر احمد لکھن کے پاس گیا ہوا تھا اس کانفرنس کی صدارت یلو لائف کے میئر نے کی تھی۔

1975ء کے جلسہ سالانہ ربوہ کا پرکیف منظر

(جب ربوہ کے سٹی مجسٹریٹ نے الہام ''میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا'' ربوہ کی دیواروں سے مٹا دیا تھا)

اس جلسہ پر جب کہ دنیا کے کناروں سے غیر ملکی وفود آئے ہوئے تھے اور سٹی مجسٹریٹ ربوہ نے دیواروں سے الہام مٹا دیا تھا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے بڑے جذباتی انداز سے اپنے خطاب میں فرمایا۔

''پھر یہ خدا کی شان اور خدا تعالیٰ کی قدرتوں کے نظارے ہیں کہ وہ جسے گھر والے روٹی دینا بھول جاتے تھے (حالانکہ وہ ان کی دولت میں ان کا برابر کا شریک تھا) اور اسے اپنے ہی عزیزوں اور رشتہ داروں کی غفلت کے نتیجہ میں فاقہ کشی کرنی پڑتی تھی اس کو اس کے خدا نے کہا کہ میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔

اور وہ اکیلا اور غیر معروف شخص اٹھا اور اس کی تبلیغ دنیا کے کناروں تک پہنچ گئی (اس موقع پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان غیر ملکی احباب کو جو وفود کی صورت میں جلسہ میں شامل ہوئے تھے کھڑے ہونے کا ارشاد فرمایا حضور کے ارشاد کے مطابق تمام غیر ملکی احباب کھڑے ہو گئے اس دوران جلسہ گاہ نعرہ ہائے تکبیر اور اسلامی عظمت کے دوسرے نعروں سے گونج اٹھی) یہ لوگ امریکہ سے آنے والے ہیں جو کہ مغرب کی طرف نو دس ہزار میل کے فاصلہ پر ہے اور یہ مشرق کی طرف سے انڈونیشیا سے آنے والے ہیں آسٹریا میں آواز پہنچی اور وہاں احمدی ہوئے اور افریقہ کا براعظم جس کو دنیا نے اندھیرا اور ظلماتی براعظم کہا تھا اس افریقہ کے براعظم کے دل میں خدا تعالیٰ نے نور پیدا کر دیا اور یورپ جو بے راہ روی کا مرکز بن چکا تھا اس میں سے یہ پیارے وجود پیدا ہو رہے ہیں۔

کتابوں میں سے یہ الہام مٹایا جا سکتا ہے کیونکہ وہ سیاہی سے لکھا ہوا ہے اور دیواروں پر سے مٹایا جا سکتا ہے لیکن کرہ ارض کے چہرہ سے یہ نہیں مٹایا جا سکتا کیونکہ اس کے اوپر ان انسانوں نے اسے تحریر کیا ہے''

(جلسہ سالانہ کی دعائیں صفحہ 110-111)

دور خلافت رابعہ

اللہ تعالیٰ نے خلافت رابعہ میں ایم ٹی اے۔مسلم ٹیلیویژن احمدیہ انٹرنیشنل کی نعمت عظمیٰ عطا فرمائی جس کا 31 جنوری 1992ء کو ہفتہ وار خطبہ جمعہ کے لئے آغاز ہوا 1994ء میں ڈیلی سروس شروع ہوئی اور بتدریج ترقی ہوتی گئی اس وقت خلافت خامسہ میں اس کے 12 انٹرنیشنل چینلز کام کر رہے ہیں اور اس کے ذریعے زمین کے کناروں تک تبلیغ پہنچ رہی ہے اور خدا نے یہ خود انتظام کیا ہے اس کی صفت رحمانیت کا عظیم جلوہ ہے۔

خلافت رابعہ کی ایک امتیازی خصوصیت یہ بھی ہے کہ حضور بڑی کثرت سے بنفس نفیس ان ممالک کا دورہ فرمایا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی نمائندگی میں ان ممالک اور ان افراد اور بعض ان جگہوں پر خود جا کر تبلیغ فرمائی جو دنیا کے کنارے شمار ہوتے ہیں۔

مثلاً 1983ء میں آپ Far East کے ممالک میں تشریف لے گئے جیسے سنگاپور، جزائر فجی، آسٹریلیا، 1988ء اور میں آپ یوگنڈا، تنزانیہ اور ان افریقی ممالک میں گئے جہاں آپ سے پہلے کسی خلیفہ کو موقع نہیں ملا اسی طرح 1990ء میں آپ سپین کے علاوہ پرتگال بھی تشریف لے گئے 1995ء میں آپ نے پاپوا نیوگنی کا دورہ فرمایا 2000ء میں آپ انڈونیشیا تشریف لے گئے اور ان تمام ممالک میں بنفس نفیس اسلام احمدیت کی تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچایا۔

دور خلافت خامسہ

موجودہ بابرکت دور خلافت میں ایم ٹی اے کے عربک چینل، افریقن چینلز وغیرہ کا اضافہ ہوا اور شائد ہی عرب و عجم کا کوئی کونہ رہ گیا ہو جہاں مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی تبلیغ نہ پہنچ رہی ہو۔ ریڈیو اسٹیشن اس کے علاوہ ہیں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے لندن سے روزنامہ الفضل آن لائن جاری فرما کر نہ صرف پاکستان میں روزنامہ الفضل کی بندش کا ازالہ فرمایا بلکہ یہ اخبار ان جگہوں تک بھی پہنچا جہاں پاکستان سے بھیجنا ممکن نہ تھا بلکہ سکنڈے نیوین ممالک، فن لینڈ، آئس لینڈ آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، کینیڈا، امریکہ، فجی اور کئی ایسے ممالک میں پہنچا جو دنیا کے کنارے شمار ہوتے ہیں۔

گویا الفضل آن لائن لندن سے یہ الہام نئی شان سے پورا ہو رہا ہے۔ اس کے علاوہ بعض ایسے ممالک اور جزائر میں مشن قائم ہوئے ہیں جہاں پہلے سوچ بھی نہیں سکتے تھے علاوہ ازیں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بڑے بڑے ملکوں جیسے انگلینڈ، جرمنی، امریکہ (کیپیٹل ہل) کے ایوانوں، یورپی یونین، یونیسکو کے ہیڈ کوارٹر پیرس فرانس وغیرہ میں خطاب فرمائے اور ایک نئی شان کے ساتھ یہ الہام پورا ہوا ''میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا''۔ آپ کی خلافت کا ایک امتیازی پہلو آپ کے وہ ذاتی خطوط ہیں جو بڑی حکمت اور جرأت سے آپ نے ذاتی طور پر عالمی امن کے قیام کے لئے پوپ Benedict the XVI، اسرائیل کے وزیر اعظم، صدر اسلامک ریپبلک آف ایران، صدر یو ایس اے بارک اوبامہ، وزیر اعظم کینیڈا، کنگ آف سعودی عربیہ، وزیر اعظم چین، پرائم منسٹر یوکے، چانسلر آف جرمنی، صدر فرانس، ملکہ الزبتھ، وغیرہ کو لکھے۔

خلافت رابعہ اور خلافت خامسہ میں اس عظیم الشان پیشگوئی کے پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے نئے نئے avenue کھولے مثلاً آسٹریلیا اور کینیڈا کی indigenous قبائل تک تبلیغ پہنچی جو دنیا کے کناروں پر عام آبادی سے الگ تھلگ کونوں میں رہتے ہیں اور اب وہ جماعت کے جلسہ ہائے سالانہ میں بھی شامل ہوتے ہیں۔

ان کے علاوہ سینکڑوں وہ تربیتی، تبلیغی خطوط ہیں جو روزانہ ہی اپنے فدائیوں کے نام دربار خلافت سے جاری ہوتے ہیں۔

ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ

صباح الدین بٹ۔ وئٹزرلینڈ

مجلس انصار اللہ سوئٹزرلینڈ کے زیرِ اہتمام

جناب مبارک صدیقی کے ساتھ ایک شاندار محفل مشاعرہ

خدا تعالیٰ کے محض فضل واحسان سے مجلس انصار اللہ سوئٹزرلینڈ کے زیرِ اہتمام مؤرخہ 25 جون 2022ء بروز ہفتہ مکرم مبارک صدیقی صاحب کے ساتھ ایک شاندار محفل مشاعرہ کا اہتمام کیا گیا۔ اس پر وقار تقریب کا مقصد مجلس انصار اللہ اور لجنہ اماء اللہ کے مرکزی دفاتر و نماز سنٹر کے قیام کے لئے چندہ جمع کرنا تھا جس کی منظوری حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مرحمت فرمائی ہے۔ اس سلسلہ میں مکرم ملک عارف محمود صاحب صدر مجلس انصار اللہ کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں خود حاضر ہو کر ہدایات لینے کی سعادت نصیب ہوئی۔

محترم صدر صاحب مجلس انصار اللہ نے مشاعرہ کے انتظامی اُمور کا ناظم مکرم رحمت اللہ زاہد صاحب جبکہ ناظم مشاعرہ اسٹیج مکرم بشارت احمد انیس صاحب کو مقرر کیا۔

مشاعرہ سے ایک روز قبل مؤرخہ 24 جون کی رات بوقت 21:30 بجے مکرم مبارک صدیقی صاحب کا زیورخ ایئر پورٹ پہنچنے پر محترم صدر صاحب انصار اللہ اور ان کے رفقاء نے شاندار استقبال کیا اور ایک طفل عزیزم فاتح شاہ کمال نے ان کی خدمت میں پھولوں کا گلدستہ پیش کیا۔ ایئر پورٹ سے نور مسجد ویگو لٹیننگن پہنچنے پر انصار بھائیوں نے اھلا وسھلا و مرحبا کے بینر اور ورد کے ساتھ محترم صدیقی صاحب کا استقبال کیا۔

اگلے روز مؤرخہ 25 جون 2022ء بروز ہفتہ نور مسجد ویگو لٹیننگن کے ملحقہ گاؤں موحل ہائم کے سیکنڈری سکول کے ہال میں مجلس خدام الاحمدیہ کے دو روزہ سالانہ اجتماع کے پہلے روز کی کاروائی کے اختتام پر اسی ہال میں 16:30 بجے مشاعرہ کی تقریب کا آغاز مبارک صدر صاحب مجلس انصار اللہ سوئٹزرلینڈ کی صدارت میں مکرم رفیع الدریس صاحب کی تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ جس کا اُردو ترجمہ مکرم نعیم اللہ صاحب نے پیش کیا۔

تلاوت کے بعد مکرم رانا سکندر صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام خوش الحانی سے پڑھا۔

منظوم کلام کے بعد محترم صدر صاحب انصار اللہ نے مکرم زاہد اسماعیل بٹ صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ سوئٹزرلینڈ کو دعوتِ خطاب دیتے ہوئے ان کا بہت شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے اپنے اجتماع کے موقع پر مشاعرہ کے انعقاد کے لئے اپنا پلیٹ فارم مہیا کیا۔

محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ نے محبت بھرے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے ساتھ محترم صدر صاحب انصار اللہ، مہمانِ خصوصی مکرم مبارک صدیقی صاحب، دیگر مہمان شعراء اور مجلس انصار اللہ کو خوش آمدید کہا اور مشاعرہ کے پس منظر اور اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے تمام احباب سے مجلس انصار اور لجنہ اماء اللہ کے پراجیکٹ کے لئے مالی قربانی کی اپیل کی۔

محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ کے خطاب کے بعد محترم صدر صاحب مجلس انصار اللہ نے مہمان خصوصی مکرم مبارک صدیقی صاحب کی خدمت میں استقبالیہ پیش کیا اور مجلس انصار اللہ اور لجنہ اماء اللہ کے اس مشترکہ منصوبہ کی اغراض ومقاصد بیان کئے جس کے لئے یہ محفل مشاعرہ منعقد کی گئی تھی۔ اور اس مالی قربانی میں حصہ لینے والے احباب کی تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیش کئے گئے مبلغ دس ہزار سوئس فرانک کی قربانی کا ایمان افروز تذکرہ کیا اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی واضح ہدایات کی روشنی میں بیان کیا کہ لازمی چندہ جات میں نادہندگان اس مالی قربانی میں حصہ نہیں لے سکیں گے۔

محترم صدر صاحب کے بعد ناظم صاحب مشاعرہ نے مکرم مبارک صدیقی صاحب کا مختصر تعارف پیش کیا۔

تعارفی کلمات کے بعد مکرم مبارک صدیقی صاحب مہمان خصوصی نے اپنے شاعرانہ کلام، خلافت سے محبت وتعلق اور دیگر ایمان افروز اور پرمزاح واقعات کو بڑے ہی دلنشیں انداز میں بیان کر کے محفل کو رونق بخشی۔ اور ڈھیروں داد وصول کی۔ جرمنی سے تشریف لائے ہوئے مہمان شاعر مکرم ڈاکٹر وسیم احمد طاہر صاحب نے بھی اپنا مختصر منظوم کلام پیش کیا۔

محض خدا تعالیٰ کے فضل اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی دعاؤں کے ساتھ ساتھ آپ کے مالی تحفہ کی برکت سے دوران مشاعرہ احباب کی طرف سے چندوں کے وعدہ جات کی آمد کا سلسلہ جاری رہا۔ جن کا اعلان محترم صدر صاحب اور ناظم صاحب مشاعرہ کرتے رہے۔ مشاعرہ کے دوران احباب وخواتین کی طرف سے مبلغ اسیّ ہزار سوئس فرانک کے وعدہ جات لکھوائے گئے جبکہ تادم تحریر مجلس انصار اللہ کی طرف سے مبلغ دولاکھ پندرہ ہزار سات سو (215700) اور لجنہ اماء اللہ کی طرف سے مبلغ دولاکھ بارہ ہزار چارسواسی (212480) یعنی دونوں تنظیموں کی طرف سے ابھی تک کل مبلغ چار لاکھ اٹھائیس ہزار ایک سو اسّی سوئس فرانک (428180) کی مالی قربانی پیش کی جا چکی ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالك

مشاعرہ کی لائیو کاروائی زوم کے ذریعہ مختلف ممالک میں بھی دیکھی گئی۔

مشاعرہ کے اختتام پر محترم صدر صاحب مجلس انصار اللہ نے مہمانِ خصوصی مکرم مبارک صدیقی صاحب کی خدمت میں ایک یادگاری شیلڈ کا تحفہ پیش کی۔

آخر پر مکرم منیر احمد منور صاحب مبلغ انچارج سوئٹزرلینڈ نے اختتامی دعا کروائی۔

مشاعرہ کے اگلے روز اتوار صبح 10:30 بجے نور مسجد ویگو لٹیننگن کے گیسٹ ہاؤس میں ایک گھنٹے کی شعر وشاعری کی نشست کا بھی اہتمام کیا گیا تھا جس میں مکرم ملک عارف محمود صاحب صدر مجلس انصار اللہ مع چند اراکین مشاعرہ انتظامیہ کے علاوہ شعراء میں مہمانِ خصوصی مکرم مبارک صدیقی صاحب، جرمنی سے تشریف لائے ہوئے مہمان شاعر مکرم ڈاکٹر وسیم احمد طاہر صاحب اور مقامی شاعر مکرم بشارت احمد انیس صاحب نے اپنا کلام سنا کر نہ صرف اس چھوٹی سی محفل کو رونق بخشی اور یادگار بنایا بلکہ ان کے ویڈیو کلپس نے دنیا بھر میں ان کے چاہنے والوں کے لئے محظوظ و مسرور ہونے کا سامان بھی مہیا کر دیا۔

اس نشست کے بعد مہمانِ خصوصی مکرم مبارک صدیقی صاحب اور ان کی فیملی کو سوئٹزرلینڈ کے معروف سیاحتی مقام شافہاؤزن Schaffhausen شہر میں واقع رائن آبشار Rheinfall کی جبکہ پیر کو زیورخ شہر کی سیر کروائی گئی۔

منگل کی سہ پہر مکرم ملک عارف محمود صاحب صدر مجلس انصار اللہ خصوصی طور پر مکرم مبارک صدیقی صاحب کو الوداع کرنے کے لئے ڈیڑھ سو کلومیٹر دُور اپنے شہر نیوشاتل Neuchatel سے دوبارہ تشریف لائے۔

مکرم مبارک صدیقی صاحب نے زیورخ ائیر پورٹ پر محترم صدر صاحب انصار اللہ اور ان کے انتظامی ٹیم کا شکریہ ادا کیا اور ایک ویڈیو پیغام میں مجلس انصار اللہ و لجنہ اماء اللہ سوئٹزرلینڈ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہِ شفقت آپ کو نماز سنٹر بنانے کی منظوری عطا فرمائی ہے۔ آپ سب نے یقیناً اس میں بہت فراخدلی سے حصہ لیا ہے۔ انہوں نے قربانی کے جذبہ پر خوشی کے ساتھ حیرانگی کا بھی اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اتنی چھوٹی سی جماعت نے کیسے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اتنی بڑی قربانی کی ہے۔ پیغام کے آخر پر انہوں نے ابھی تک قربانی میں حصہ نہ لینے والے انصار اور لجنہ اماء اللہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ فوری طور پر اپنے وعدہ جات لکھوایئے۔ اور یہ ضروری نہیں ہے کہ اگر آپ کسی وجہ سے بڑا عطیہ نہیں دے سکتے تو چھوٹی رقم نہ دیں ضرور دیں جو اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق دے۔ اللہ تعالیٰ نیتوں کو قبول فرمانے والا ہے۔ اپنے والدین اور بزرگوں کی طرف سے بھی وعدہ لکھوائیں۔ اور یہ اسی وقت ادا نہیں کرنا کچھ وقت دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے گا۔ یقیناً سوئٹزرلینڈ جماعت نے بہت بڑا کام کر دکھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو جزائے خیر دے۔۔۔۔۔ اور جو درخواست ہمیشہ کرتا ہوں کہ ہم سب کے امام حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو اپنی دُعاؤں میں یاد رکھیں۔ آخر خلافت کے دم سے ہی یہ ساری برکتیں ہیں یہ بھائی چارہ یہ محبتیں یہ عقیدتیں سب ہمارے پیارے حضور کی وجہ سے ہیں اور ہماری ساری دُعائیں پیارے حضور کے لئے ہیں۔

دعا کا تحفہ

شکرِ نعمت اور صالحیت کی دوسری دعا

حضرت سلیمانؑ کا لشکر جب وادیٔ نملہ کے پاس سے گزرا اور وہ قوم ان کی ہیبت سے اپنے گھروں میں داخل ہوگئی یہ واقعہ دیکھ کر حضرت سلیمانؑ نے بے اختیار یہ دعا کی۔

رَبِّ اَوۡزِعۡنِیۡۤ اَنۡ اَشۡکُرَ نِعۡمَتَکَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضٰىہُ وَاَدۡخِلۡنِیۡ بِرَحۡمَتِکَ فِیۡ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۲۰﴾
(النمل: 20)

اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ تیری نعمت کا جو تو نے مجھ پر اور میرے والد پر کی ہے شکریہ ادا کرسکوں اور ایسا مناسب عمل کروں جسے تو پسند فرما لے اور (اے خدا) اپنے رحم کے ساتھ تو مجھے اپنے بزرگ بندوں میں داخل کر۔

(قرآنی دعائیں از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 34)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

محمد اکرام ناصر

ذکر ان کا چلا، نم ہوا کی طرح

محترم صاحبزادہ مرزا انس احمد مرحوم

خاکسار کے والدین کی شادی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی توجہ اور دعا کے نتیجہ میں ہوئی تھی اور اس حوالہ سے محترم میاں صاحب مرحوم ومغفور سے ہماری فیملی کا ایک خاص تعلق تھا۔ محترم میاں صاحب 1985ء میں ایڈیشنل ناظر اصلاح و ارشاد مقامی تھے جب ہمارے گاؤں مانگٹ اونچا میں خاکسار کے والد صاحب اور ہمارے دیگر رشتہ داروں کا ایک غیرازجماعت فریق کے ساتھ زمین لینے پر تنازعہ ہوگیا اور بدقسمتی سے ایک اور احمدی فیملی نے بھی ہمارے فریق مخالف کی حمایت شروع کردی۔ جب معاملہ کافی سنگینی اختیار کرگیا تو میرے والد صاحب نے حضور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت اقدس میں سارے معاملہ کی اطلاع دی اس پر حضور رحمہ اللہ نے اپنے نامہ مبارک میں ارشاد فرمایا:

”اگر یہ قطعہ زمین آپ کے لیے باعث برکت ہوگا تو ضرور آپ کو مل جائے گا۔ دنیوی کوششوں کے ساتھ ساتھ دعائیں بھی جاری رکھیں اور نظام جماعت کے ذریعہ بھی معاملہ حل کروانے کی کوشش کریں۔“

چنانچہ معاملہ دفتر اصلاح وارشاد مقامی میں آیا اور میرے والد صاحب اور ان کے کزن اور فریق مخالف دونوں فریق حضرت میاں صاحب کے پاس ربوہ حاضر ہوئے۔

حضرت میاں صاحب نے جس دوراندیشی، معاملہ فہمی اور خداداد فراست سے اس معاملہ کو حل کیا اس پر میرے والد صاحب اور ساری فیملی آج بھی ان کی گرویدہ اور ممنون احسان ہے۔ برسرآغاز ہی محترم میاں صاحب نے ابتدائی تعارف کے بعد میرے والد صاحب اور ان کے کزن سے پوچھا کہ آپ ربوہ کس طرح آئے ہیں؟ انہوں نے کہا جی میاں صاحب! ہم اپنی گاڑی میں آئے ہیں۔ اس کے بعد میاں صاحب نے فریق مخالف سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ میاں صاحب ہم بس پہ آئے ہیں۔ میاں صاحب نے فرمایا تم لوگ ان کے ساتھ ان کی گاڑی میں کیوں نہیں آئے؟ پھر میرے والد صاحب وغیرہ سے پوچھا کہ آپ لوگ ٹھہرے کہاں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ میاں صاحب! دارالضیافت میں۔ پھر یہی سوال فریق دوم سے کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارا یہاں ربوہ میں گھر ہے ہمارا قیام وہاں ہے۔ اس پر میاں صاحب نے میرے والد صاحب وغیرہ سے کہا آپ ان لوگوں کے ہاں کیوں نہیں ٹھہرے۔ اس کے بعد جب معاملہ کی بابت انکوائری شروع کی اور دونوں فریق جوش میں آگئے تو میاں صاحب نے ایک کارکن سے فرمایا کہ دونوں فریقین کو ایک کمرہ میں 15 منٹ کے لیے بٹھا دیں۔ اور ہمیں مخاطب ہو کے ارشاد فرمایا ”جتنا لڑنا ہے لڑلو لیکن ہاتھا پائی نہیں کرنی۔ میں 15 منٹ تک آتا ہوں۔“ چنانچہ فریقین کو حسب ہدایت کارکن نے ایک علیحدہ کمرہ میں بٹھایا اور بس پانچ سات منٹ کی تکرار کے بعد دونوں فریقین کا غصہ ختم ہوگیا۔ اس دوران محترم میاں صاحب بھی واپس تشریف لے آئے اور فریقین کا غصہ بھی فرو ہوچکا تھا۔ اس پر میاں صاحب نے بڑے درد سے دونوں فریقوں کو آپس کی رنجشیں اور اختلافات ختم کرنے کی نصیحت کی اور بڑے درد سے فرمایا۔ ہمارے حضور اس وقت پردیس میں ہیں ملک سے باہر ہیں اور تم لوگ آپس میں لڑتے ہو۔ اس بات سے حضور کو کتنی تکلیف پہنچے گی۔ پھر فریق مخالف کو مخاطب ہوکر فرمایا ”واپس جاکر ان لڑکوں (مراد میرے والد صاحب اور ان کے کزن) کی زمین خریدنے میں مدد کرو اور ابھی یہاں ربوہ اپنے گھر میں ان کی دعوت کرو۔ اور واپس بھی ان کے ساتھ ان کی گاڑی میں جانا ہے۔“ اور میرے والد صاحب کو فرمایا کہ ”واپس مانگٹ اونچا جاکر تم ان کی دعوت کرنا“ اور پھر بڑے درد سے فرمایا ”جاؤ! میں دعا کرتا ہوں کہ تم اس علاقہ میں سارے غیراحمدیوں کی زمینیں خرید لو“ اور اسی طرح بہت سی دعائیں دے کر رخصت فرمایا۔ فریقین نے محترم میاں صاحب کے ارشاد کے مطابق ایک دوسرے کی دعوت کی اور معاملہ خوش اسلوبی سے طے پاگیا اور متنازعہ زمین بخیروخوبی ہماری فیملی نے خرید لی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذَالِكَ۔

اس واقعہ میں معاملات کو حل کرنے کے حوالہ سے کئی سبق موجود ہیں اور میاں صاحب کے دل میں جماعتی اتحاد و اتفاق کو برقرار رکھنے کے لیے جو درد اور تڑپ تھی اس کا بھی پتہ چلتا ہے۔

اس کے بعد کچھ عرصہ گزرا تو میرے والد صاحب کسی کام سے دوبارہ ربوہ آئے تو میاں صاحب نے ارشاد فرمایا کہ چھوٹی پھوپھی جان حضرت سیدہ نواب امۃ الحفیظ بیگمؓ آج کل بہت علیل ہیں اور ان کی خدمت کیلئے ایک ملازمہ کی ضرورت ہے چنانچہ آپ اپنے گاؤں سے کسی لڑکی کا انتظام کرکے بھجوائیں۔ خاکسار کے والد صاحب نے گاؤں آکر میرے دادا جان اور دادی جان سے بات کی اور مشورۃً عرض کیا کہ میرے خیال میں تو اس سے بڑی کوئی سعادت نہیں ہوسکتی سیدنا حضرت اقدس مسیح پاک علیہ السلام کی لخت جگر کی خدمت کا موقع ہے کیوں نہ ہم اپنی چھوٹی بہن (خاکسار کی پھوپھی) کو خدمت کیلئے بھجوادیں۔ اللہ تعالیٰ جزادے۔ میرے دادا جان کو انہوں نے بھی فوراً حامی بھرلی اور میری پھوپھی کو جو اس وقت بالکل نوجوان تھیں لے کر ربوہ میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ میاں صاحب کو جب پتہ چلا کہ یہ تو اپنی بیٹی کو لیکر آگئے ہیں تو بہت خوش اور حیران ہوئے۔ بہت شکریہ ادا کیا اپنی جیپ میں میرے دادا اور پھوپھی کو بٹھا کر اپنی کوٹھی پر لے گئے۔ دوپہر کا کھانا کھلایا اور پھر فرمایا کہ میں نے تو کسی خدمتگار ملازمہ کو بھجوانے کا کہا تھا آپ اپنی بیٹی کو لے کر آگئے۔ جزاکم اللہ۔ لیکن اب حضرت پھوپھی جان کی خدمت کے لیے خاندان کی بعض لڑکیاں آچکی ہیں اس لیے ضرورت نہیں رہی۔ چنانچہ میرے دادا جان میری پھوپھی کو لے کر گاؤں آگئے لیکن میرے دادا اور پھوپھی میاں صاحب کے حسن اخلاق اور مہمان نوازی سے بے حد متاثر ہوئے۔

خاکسار کا براہ راست تعارف محترم میاں صاحب سے اس طرح سے ہوا کہ میں میٹرک کا امتحان دینے کے بعد نتیجہ کا انتظار کر رہا تھا کہ ایک دن ہمارے گھر جو روزنامہ الفضل آیا تو اس میں ایک اعلان تھا کہ ایک واقف زندگی خادم سلسلہ نے یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ اگر کوئی احمدی نوجوان دینی تعلیم حاصل کرنے کا شوق رکھتا ہو تو وہ اس کی رہنمائی کریں گے اور ساتھ اپنا فون نمبر دیا ہوا تھا۔ خاکسار نے یہ اعلان پڑھ کر جب فون کیا تو دوسری طرف سے ایک نہایت بارعب آواز مدعا پوچھنے کے بعد یوں گویا ہوئی۔

”میں مرزا انس احمد بول رہا ہوں۔ میں قرآن کریم پڑھانا چاہتا ہوں اگر آپ پڑھنا چاہتے ہیں تو کل صبح دس بجے وکالت تصنیف تحریک جدید میں آجائیں۔“

چنانچہ خاکسار اگلے دن صبح محترم میاں صاحب کے دفتر حاضر ہوگیا اور پھر قریباً دو ماہ محترم میاں صاحب قرآن کریم کا ترجمہ پڑھاتے رہے۔ اغلباً پہلا پارہ ہم نے مکمل کیا ہی تھا کہ میرا جامعہ احمدیہ میں داخلہ ہوگیا اور یہ کلاس منقطع ہوگئی۔ اس دوران محترم میاں صاحب کبھی چالیس جواہر پارے اور کبھی حدیقۃ الصالحین سے حدیث بھی پڑھاتے اور کبھی روحانی خزائن سے درس دیا کرتے۔ خاص طور پر مجھے فتح اسلام سبقاً پڑھنا یاد ہے۔ محترم میاں صاحب نہایت درد اور عقیدت بھرے لہجے میں ایک جملہ پڑھتے اور تشریح طلب امور کی وضاحت کرتے چلے جاتے۔ مجھے یاد ہے انہی دنوں پاکستان اور انڈیا نے ایٹمی تجربات کیے تھے اور ایٹمی تابکاری اور تباہی زبان زد عام تھی۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے خطبات میں تیسری عالمگیر جنگ اور ایٹمی تباہی کے متعلق بہت تفصیل سے دنیا کو متنبہ فرمارہے تھے۔ چنانچہ ایک دن خاکسار نے قدرے خوف سے میاں صاحب سے پوچھا کہ کیا اب دنیا ایٹمی تباہی سے ختم ہوجائے گی۔ محترم میاں صاحب نے بہت جلال سے فرمایا اگر ایٹم بم چل بھی گئے تو خدا تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو بچالے گا اور یاد رکھو یہ دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی تمام پیشگوئیاں پوری نہ ہوجائیں اور آپکا غلبہ پوری دنیا میں نہ ہوجائے۔ میرے جیسے بچے کے لیے یہ بہت حوصلہ افزاء جواب تھا۔

جہاں تک اس عرصے میں خاکسار نے نوٹ کیا محترم میاں صاحب انتہائی سادہ لیکن نفیس شخصیت تھے۔ آپ علی الصبح سائیکل پر تشریف لاتے جس کی ٹوکری کتابوں سے بھری ہوئی ہوتی اور تمام دن تصنیف وتحریر میں مشغول رہتے۔ اگر کوئی ملنے آتا تو نہایت خندہ پیشانی سے ملتے لیکن غیر ضروری محفلوں اور مجلسوں سے آپ کی طبیعت کلیۃً بیزار تھی۔

اس کے بعد بھی محترم میاں صاحب سے گاہے گاہے کبھی دفاتر، کبھی مسجد اقصیٰ وغیرہ میں ملاقات ہوجاتی۔ بڑی محبت سے حال احوال

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION Download on the App Store ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

پوچھتے۔جب خاکسار جامعہ احمدیہ کے درجہ خامسہ میں تھا تو خاکسار کے والد صاحب جو کینیڈا منتقل ہو چکے تھے انہوں نے اپنی فیملی کو سپانسر کیا اور اسکے نتیجہ میں خاکسار کا بھی ویزا آ گیا لیکن جب خاکسار نے کینیڈا جانے کے لیے رخصت مانگی تو مجلس تحریک جدید نے وہ منظور نہ کی۔اب مسئلہ یہ تھا کہ خاکسار کی والدہ صاحبہ بوجہ بیماری کینیڈین امیگریشن کا میڈیکل ایگزام پاس نہ کرسکیں اور انکا ویزا (refuse) نامنظور ہوگیا تو میرے والد صاحب نے خاکسار کو بڑا بیٹا ہونے کی وجہ سے Principal Applicant بنا دیا جس کی وجہ سے میرے چھوٹے بھائی میرے ساتھ ہی Travel کر سکتے تھے۔لیکن تحریک جدید نے میری رخصت کی درخواست نامنظور کر دی تھی۔خاکسار اسی پریشانی میں محترم میاں صاحب کے پاس چلا گیا اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔محترم میاں صاحب نے بہت شفقت اور دلداری فرمائی میری والدہ صاحبہ کا نمبر لیکر ان کو فوراً فون کیا تسلی دی اور پھر خود محترم وکیل اعلیٰ صاحب سے بات کر کے مجھے اجازت دلوائی جس پر خاکسار اور خاکسار کی ساری فیملی تادم آخر انکی ممنون احسان رہے گی۔یہ ایک واقف زندگی کیساتھ محبت اور شفقت کا غیر معمولی مظاہرہ تھا جو محترم میاں صاحب نے فرمایا چنانچہ نومبر 2003ء میں خاکسار اپنے بھائیوں کے ہمراہ کینیڈا گیا اور انکو وہاں والد صاحب کے پاس چھوڑ کر ایک ماہ بعد واپس آ گیا۔

پھر 2004ء میں جب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرالعزیز نے کینیڈا کا پہلا دورہ فرمایا تو محترم میاں صاحب کینیڈا گئے ہوئے تھے۔ وہاں میرے والد صاحب اور بھائی ان سے ملے تو انہوں نے فرمایا اکرام! کدھر ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میاں صاحب وہ تو پاکستان میں ہے۔اس پر میاں صاحب نے ارشاد فرمایا کہ اسے فوراً کینیڈا بلاؤ اور اس کی حضور انور سے ملاقات کرواؤ۔چنانچہ ہر چند کہ میری فیملی کہ مالی حالات ابھی بہت اچھے نہ تھے اور میں چند ماہ قبل ہی کینیڈا سے ہو کر آیا تھا والد صاحب نے مجھے کہا کہ محترم میاں صاحب نے فرمایا ہے اس لیے فوراً رخصت لیکر ٹکٹ کرواکے کینیڈا آجاؤ چنانچہ خاکسار نے استاذی المکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب سے ذکر کیا تو انہوں نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور فوراً اجازت کی کارروائی کرواکے رخصت مرحمت فرمادی۔اور خاکسار خلافت احمدیہ کے قدموں میں کینیڈا حاضر ہوگیا اور کسی بھی خلیفۃ المسیح سے اپنی زندگی میں پہلی بار شرف ملاقات اور زیارت سے مشرف ہوا۔ یقیناً یہ میاں صاحب مرحوم ومغفور کا ایک اور احسان گراں مایہ ہے۔جسکی وجہ سے ہمیشہ محترم میاں صاحب مجھ ناچیز کی عاجزانہ دعاؤں کا محور رہتے ہیں۔

یقیناً یہ میاں صاحب کی خلافت احمدیہ سے گہری وابستگی اور دلی محبت اور وفا تھی کہ آپ اپنے سے تعلق رکھنے والے خدام کو بھی خلافت احمدیہ کے قرب اور شفقتوں سے بہرہ ور فرمانا چاہتے تھے۔

واقعات تو بہت ہیں اور آپ کی یادوں کی ایک منتشر فلم نظروں کے سامنے چل رہی ہے لیکن طوالت کے خوف سے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔اللہ تعالیٰ پیارے میاں صاحب سے بے حد راضی ہو اور اپنے پیاروں کے قدموں میں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔آمین

ؔاے خدا بر تربت او بارش رحمت ببار
داخلش کن از کمال فضل در بیت النعیم

فقہی کارنر

تعداد رکعات

(حضرت مسیح موعودؑ سے) پوچھا گیا کہ نمازوں میں تعداد کیوں رکھی گئی ہے؟

آپؑ نے فرمایا:۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے اسرار رکھے ہیں۔ جو شخص نماز پڑھے گا۔ وہ کسی نہ کسی حد پر تو آخر رہے گا ہی۔ اور اسی طرح پر ذکر میں بھی ایک حد تو ہوتی ہے۔لیکن وہ حد وہی کیفیت اور ذوق وشوق ہوتا ہے جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ جب وہ پیدا ہو جاتی ہے تو وہ بس کر جاتا ہے۔

دوسرے یہ بات حال والی ہے قال والی نہیں۔ جو شخص اس میں پڑتا ہے وہی سمجھ سکتا ہے۔ اصل غرض ذکر الٰہی سے یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو فراموش نہ کرے اور اسے اپنے سامنے دیکھتا رہے۔ اس طریق پر وہ گناہوں سے بچا رہے گا۔ تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ ایک تاجر نے ستر ہزار کا سودا لیا اور ستر ہزار کا دیا مگر ایک آن میں بھی خدا سے جدا نہیں ہوا۔ پس یاد رکھو کہ کامل بندے اللہ تعالیٰ کے وہی ہوتے ہیں جن کی نسبت فرمایا ہے۔

لَا تُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ

(النور:38)

جب دل خدا تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق اور عشق پیدا کر لیتا ہے تو وہ اس سے الگ ہوتا ہی نہیں۔ اس کی ایک کیفیت اس طریق پر سمجھ میں آ سکتی ہے کہ جیسے کسی کا بچہ بیمار ہو تو خواہ وہ کہیں جاوے، کسی کام میں مصروف ہو مگر اس کا دھیان اسی بچہ میں رہے گا۔ اسی طرح پر جو لوگ خدا تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق اور محبت پیدا کرتے ہیں۔ وہ کسی حال میں بھی خدا تعالیٰ کو فراموش نہیں کرتے۔

(الحکم 24 جون 1904ء صفحہ 1)

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

ایک سبق آموز بات

منطق سے آگے جہاں اور بھی ہیں

انسان جب تک عارف مولا نہ ہو، اسے اپنے خالق کی ہستی کا ادراک اور شعور حاصل نہ ہو، اسے ساری عمر دنیاوی لذات کی غلامی کرنے سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ اسی لئے ہزاروں سال سے فلاسفر اور سائنس دان اس معمہ کو حل کرنے میں لگے رہے کہ معرفت، وجدان اور الہام دراصل ہوتا کیا ہے؟ آج تک ان اصطلاحوں کے متنازعہ بنے رہنے کی وجہ دراصل یہ ہے کہ کوئی بھی انہیں منطق کے ذریعہ سے سمجھ ہی نہیں سکتا۔ اس کے لئے منطق سے آگے بڑھ کر عبادت اور دعا کا سہارا لینا ضروری ہے۔

کاشف احمد

22/اگست 2022ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:42	18:46
مدینہ منورہ	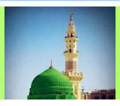	04:37	18:50
قادیان		04:31	19:05
ربوہ		04:11	18:45
اسلام آباد ٹلفورڈ		04:31	20:11